ہفت روزہ

ندائے خلافت

۱۸/ اکتوبر ۱۹۹۳ء

☆ الیکشن ۹۳ء ـــــــــ مذہبی جماعتوں کی سیاسی ناکامی

☆ تحریک خلافت کے ناظم اعلیٰ کا اولین دورۂ کراچی

☆ تازہ انتخابات کے نتائج سے کوئی سبق بھی ملا؟

الیکشن کی بہار میں تحریک خلافت کی ایک ریلی

قیمت ۵ روپے

عوامی رابطے کے لئے لاہور میں ایک ریلی

مرتبہ: غازی محمد وقاص و نوید احمد

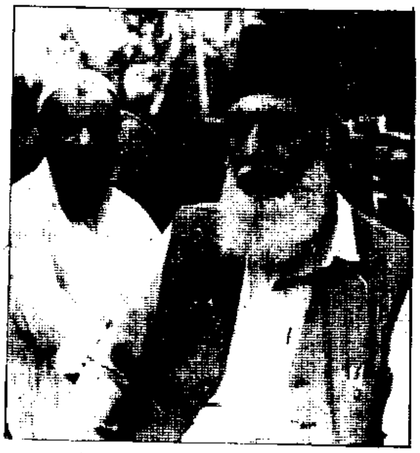

تحریک خلافت کے ناظم اعلیٰ جنرل انصاری جن کے ساتھ ریلی کی روح رواں مرزا ایوب بیگ ہیں

تحریک خلافت پاکستان حلقہ لاہور کے اراکین کی ماہ ستمبر ۹۳ء کی ماہانہ میٹنگ میں ناظم اعلیٰ تحریک جنرل (ریٹائرڈ) ایم ایچ انصاری صاحب کو شرکت کی خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ اس میٹنگ میں جنرل انصاری صاحب نے خلافت کے پیغام کو عام کرنے کی غرض سے یہ تجویز پیش کی کہ انتخابات سے قبل عوام کو عوامی نمائندوں کی بے قائدگیوں اور قرض خوریوں سے آگاہ کرنے اور نظام خلافت کا پیغام عام کرنے کی غرض سے لاہور شہر کے تمام زونوں میں چھوٹی چھوٹی ریلیاں منعقد کی جائیں جس میں معاونین کی تعداد ۲۰ تا پچاس ہو۔ وہ اپنے اپنے علاقے میں ٹی بورڈوں کے ساتھ بازاروں کا چکر لگائیں اور خطاب کریں۔ اور پھر ان چھوٹی ریلیوں کے بعد ایک بڑی ریلی منعقد کی جائے۔

جنرل انصاری صاحب کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے نقباء تحریک حلقہ لاہور کی ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں ناظم تحریک حلقہ لاہور نے یہ فیصلہ کیا کہ ۱۵ ستمبر سے ۳۰ ستمبر تک لاہور شہر کے ۱۵ مختلف مقامات پر ٹی بورڈ ہمیں یعنی چھوٹی ریلیاں منعقد کی جائیں گی جن میں عوام سے خطاب کے علاوہ پمفلٹ بھی تقسیم کیا جائے گا۔

قائدین ایک ٹرک پر سوار تھے

الحمدللہ پروگرام کے مطابق اسلام پورہ' علامہ اقبال ٹاؤن' چوک ناخدا' سانده روڈ' سرکلر روڈ' گرین ٹاؤن' والٹن' گلشن راوی' سمن آباد' مصری شاہ' آر اے بازار' مزنگ بازار فیروز پور روڈ اور ٹاؤن شپ میں یہ ریلیاں منعقد کی گئیں جن میں "عوامی نمائندگی ایک فریضہ یا لوٹ کھسوٹ کی سند" کے زیر عنوان ہینڈ بل اور تحریک خلافت کے خدو خال پر مشتمل چار ورقہ اور معاون فارم بھی تقسیم کیا گیا۔ ان ریلیوں سے معاونین نے خطاب کرکے "عوامی" نمائندوں کے کرتوتوں سے لوگوں کو آگاہ کیا اور خلافت کا پیغام بھی پہنچایا۔

۲ اکتوبر ۹۳ء کو حسب پروگرام حلقہ لاہور کی سطح پر ایک بڑی ریلی ہوئی۔ اس ریلی کا وقت ۳ بجے سہ پہر تھا اور یہ مسجد شہدا سے شروع ہونی تھی۔ اس کے لئے رفقاء تنظیم اسلامی اور معاونین تحریک خلافت ڈھائی بجے دوپہر ہی مسجد شہدا میں جمع ہونے شروع ہوگئے تھے جبکہ قافلہ کی روانگی کا وقت ۳ بجے مقرر تھا۔ ٹرک پر سوار قائدین تحریک بروقت تشریف لائے۔ ٹرک کے دونوں طرف جہازی سائز کے بورڈ نصب تھے جن پر تحریک خلافت کے خدوخال اور

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

مقررین: (دائیں سے بائیں) رحمت اللہ بٹر' جناب اشرف وصی' جناب نعیم اختر عدنان' جناب فیاض حکیم۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۲ شمارہ ۴۱

۱۸ / اکتوبر ۱۹۹۳ء

18

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۵ روپے
سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۲۰ روپے

زرِ تعاون برائے بیرونِ پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ---- ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ---- ۱۲ ″ ″
افریقہ، ایشیا، یورپ ---- ۱۷ ″ ″
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ---- ۲۰ ″ ″

اے اللہ! رجال دین کے دلوں کو پھیر دے

بیم و رجا کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا قوم نے آخر کار الیکشن ۹۳ء کا مرحلہ طے کر لیا۔ اس کے نتائج پر ہر کسی کو رائے دینے کا حق ہے تاہم ہمیں اصرار ہے کہ جس ردعمل کا اظہار ہم کر رہے ہیں وہ سب سے بڑھ کر لائق توجہ ہے کیونکہ ہم اقتدار کی اس کشمکش بلکہ مار کٹائی میں فریق نہیں تھے۔ ہمیں کسی کی ہار جیت سے کوئی ذاتی یا گروہی فائدہ یا نقصان نہیں ہوا۔ ہم عملی سیاست کے اس انتخابی اکھاڑے میں پہلے کبھی اترے نہ آئندہ کبھی اتریں گے لیکن نظری سیاست سے ہماری دلچسپی ہمیشہ برقرار رہی اور اب بھی ہے۔ وطن عزیز کی سلامتی اور اس کا استحکام کسی بڑے سے بڑے محب وطن کے مقابلے میں بھی ہمیں زیادہ عزیز ہے' اس لئے کہ ہم اس کے مستقبل سے امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ہم اس خطہ ارضی میں نظام خلافت کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں جس کی طرف سے میر عرب ﷺ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی۔ پاکستان اسی قدیم "خراسان" کا حصہ ہے جہاں سے ایک دن سیاہ علم اٹھائے لشکر نکلیں گے اور دشمنوں کے نرغے میں آئے ہوئے اسلام کی نصرت کریں گے۔

تازہ انتخابات کے آثار جونہی وطن کے افق پہ نمودار ہوئے' تنظیم اسلامی کے امیر اور تحریک خلافت پاکستان کے داعی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی قوم کو خبردار کر دیا تھا کہ چونکہ پوری دنیا میں آج سیکولرزم کا سکہ رواں ہے اور خود ہم نے بھی اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو خانوں میں بانٹ کر عملاً سیکولرزم کو قبول کر لیا ہے لہٰذا نئے عالمی نظام میں اب ملک خداداد بھی بے خدا سیکولرزم کی طرف تیزی سے پیش قدمی کرے گا جسے ہمارے رہنما اور قوم کے اس بہی خواہ نظری سیاستدان نے کسی بھی سیاسی جماعت کی ہار جیت سے وابستہ نہیں کیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر ابھرنے اور ہر شے کو اپنے ساتھ بہا کر لے جانے والے دھارے کو مورد الزام ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے اس تناظر میں دینی قوتوں سے دو گزارشات البتہ کی تھیں۔ ایک یہ کہ انتخابی کھیل کے شوق فضول کو ترک کر کے پاکستان کے مسلمانوں کو دین کی طرف بے غرض دعوت دینے کا کام کریں اور منہج نبوی کی روشنی میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کا وہ راستہ تلاش کریں جو ہمیں اقامت دین اور قیام نظام خلافت کی منزل پر پہنچا کر ملک و قوم کے حقیقی استحکام کا باعث بنے گا۔ اور دوسری یہ کہ آج بھی اگر دین سے خلوص و اخلاص کا رشتہ رکھنے والی بعض مذہبی جماعتیں انتخابات کے راستے اسلام کے حق میں کسی بھی درجے کے خیر کی امید رکھتی ہیں تو وہ بھی ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر قوم کو نفاذ اسلام کا ایک واضح اور متعین لائحہ عمل دیتے ہوئے اس میدان میں حوصلہ آزمانے کے لئے اتریں اور یہ ممکن نہ ہو تو خدا کے لئے الیکشن کی معرکہ آرائی میں اسلام کو ہرگز نہ گھسیٹیں۔

یہ فغان درویش سنی ان سنی کر دی گئی اور اٹھتے بیٹھتے انقلاب کا کلمہ پڑھنے والوں کو بھی الیکشن کی "ایک ہُو" نے دیوانہ بنا دیا۔ طاہر القادری صاحب نے البتہ فرزانوں کا سا کام کیا' یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے سونگھ کر ہی محسوس کر لیا تھا کہ اب کے بھی الیکشن کے انگور کھٹے ہیں لیکن ان کی پاکستان عوامی تحریک کی سوچ بھی وہاں نہ پہنچ سکتی تھی جہاں انتخابی مہم کو ایک "مرد قلندر" نے پہنچا کر دم لیا۔ دوسری مذہبی سیاسی جماعتیں کتنا بھی نیچے اترتیں' اس "عوامی" سطح پر ہرگز نہیں آ سکتی تھیں جس پر پہنچنے کا جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے "کسب کمال" کیا ہے۔ ہم اب بھی انہیں جماعت اسلامی کا امیر ہی کہتے ہیں ورنہ پاکستان اسلامی فرنٹ کے تو وہ دیوتا تھے' دھرم اوتار تھے۔ پنجابی فلمی گانوں اور لوک دھنوں کی طرز پر بھانڈوں اور میراثیوں کی آوازوں میں ریکارڈ کر کے ملک بھر کے گلی کوچوں میں پھیلائے گئے ترانوں اور نغموں کو سن کر دیکھ لیجئے۔ ان میں اللہ کا ذکر ہے نہ رسول کا' بس قاضی ہی "دم دم دے اندر" ہے۔ اور تو اور سید مودودی اور مرشد مودودی بھی طاق نسیاں کی نذر ہو گئے۔ صحافیوں اور کالم نویسوں نے امیر جماعت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بانس پر چڑھا کر ان کا قد و قامت اتنا بلند کر دیا کہ دوسری ہم سفر مذہبی جماعتیں تو کیا' ملک کے دو بڑے متحارب فریق بھی انہیں بونے نظر آنے لگے۔ ایسے میں اتحاد و اشتراک کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا۔

دینی و مذہبی سیاسی جماعتیں اپنی قوت مجتمع نہ کر سکیں اور ہاتھیوں کی لڑائی میں مینڈکوں کی طرح کچلی گئیں۔ منقسم مینڈیٹ کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک آدھ کی چندے آؤ بھگت شاید ہو جائے لیکن اسلام اور اسلام کا نام لینے والوں کی آبرو کو جو بٹہ لگا ہے اس کی تلافی اب بہت محنت طلب کرتی ہے۔ ان سے درخواست کی گئی تھی کہ تین تیرہ بارہ بانٹ ہو کر الیکشن لڑنا ہے تو اسلام کو مسئلہ نہ بنائیں' انہوں نے تو یہ نصیحت مان کر نہ دی لیکن ووٹروں نے اسلام کے نام پر ووٹ کی بھیک نہ دے کر اس نصیحت کو بانداز دگر قبول کر لیا۔

اپنے کرتوتوں کی پاداش میں اگرچہ ہماری دعاؤں کی اثر کے ساتھ دشمنی ہو گئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے در کے سوا کہاں جا کر فریاد کریں چنانچہ اسی کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ رجال دین' علمائے کرام اور اسلام پسندوں کے دلوں کو پھیر دے جو اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ انہیں انتخابی دلدل سے نکال کر دعوت و تبلیغ کے ذریعے عامۃ الناس میں اثر و نفوذ کی اور مزاحمتی' احتجاجی و مظاہراتی سیاست کے ذریعے سیکولر نظام زندگی کا مقابلہ کرنے کی توفیق دے جو مغرب زدہ مقتدر طبقات کی طرف سے دبے پاؤں بھی آ رہا ہے اور حکومت بھی اسے دستوری و قانونی راستے سے مسلط کرنے کا ارادہ رکھتی ہے' کیونکہ "بنماد رست اسلام" کی اس فیصلہ کن شکست کے بعد فرنگ کا دباؤ ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ OO

الہدیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرہ

(آیات ۱۶۸-۱۶۹)

اے لوگو' کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال پاکیزہ ہیں' اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○

کہ زمین کی تمام پاکیزہ اور طیب چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں پس تمام جائز اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور ایسا ہرگز نہ ہو کہ شیطان کی پیروی میں اپنے مشرکانہ توہمات کے تحت تم اللہ کی جائز کردہ چیزوں کو اپنے لئے حرام ٹھہرالو! تحریم و تحلیل کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے۔ خود اپنے طور پر کسی چیز کو حلال اور کسی کو حرام قرار دے دینا خدائی اختیارات کے مدعی بننے کے مترادف ہے اور یقیناً کھلا شرک ہے۔ مشرکین عرب نے اپنے مشرکانہ توہمات کے تحت بے شمار حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام اور بہت سی خبیث و ناپاک چیزوں کو جائز قرار دے رکھا تھا۔ مکی سورتوں میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے آیا ہے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے ازلی دشمن شیطان اور اس کی ذریت نے لوگوں کو توحید کی راہ سے ہٹانے کے لئے اس راستے کو بہت کامیاب اور آسان پایا ہے چنانچہ اس نے تحلیل و تحریم کے مسئلے پر مورچا لگا کر ہر دور میں نوعِ انسانی کو خوب خوب گمراہ کیا اور شرک کی نجاست سے آلودہ کئے رکھا!

وہ تو بس تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دے گا اور اس بات کا کہ تم اللہ کی طرف وہ باتیں منسوب کرو جن کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں ہے ○

کہ شیطان تو بہرصورت تمہارا برا چاہے گا اور تمہیں راہِ حق سے برگشتہ کرنے کے لئے برائیوں اور بے حیائی کے کاموں کی طرف راغب کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور یہ بھی ایک شیطانی ہتھکنڈا اور بدترین گمراہی کی ایک صورت ہے کہ تم بغیر کسی سند کے یہ دعویٰ کرو کہ اللہ نے فلاں فلاں چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں یا یہ کہ اللہ نے فلاں اور فلاں کو اپنا ساتھی اور شریک قرار دیا ہے -------- حقیقت یہ کہ شیطان جن باتوں کو اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے وہ سب کی سب روحانی' عقلی' جسمانی اور اخلاقی اعتبار سے انسان کو نقصان پہنچانے والی اور بے حیائی و بدکاری کی راہیں کھولنے والی ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ جن باتوں کا حکم دیتا ہے اور اس نے کھانے پینے کی جو چیزیں انسان کے لئے جائز ٹھہرائی ہیں وہ اپنے ظاہری اور باطنی اثرات کے اعتبار سے نہایت پاکیزہ اور خوشگوار ہی نہیں صحت بخش اور روح پرور بھی ہیں! اس واضح فرق و تفاوت کے بعد بھی جو شیطان کی پیروی کی راہ اختیار کریں ان کی بدنصیبی کا بس ماتم ہی کیا جا سکتا ہے!

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

جوامع الکلم

کامیاب ہو گیا وہ شخص جو ایمان لایا' اور اس کا رزق بقدرِ ضرورت تھا' اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دیئے پر قناعت کی دولت سے بھی نوازا ○

کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر ایسے شخص کو فلاح و کامرانی کی نوید سنائی ہے کہ جو ایمان کی دولت سے مالامال ہو' مال و دولتِ دنیوی میں سے اسے بقدرِ ضرورت حصہ ملا ہو کہ نہ تو رزق و دولت کی فراوانی ہو جو اس کے لئے فتنہ و آزمائش بن سکے اور نہ اس درجے کا فقر اور محتاجی ہو کہ اپنی جائز ضروریات کے حصول کے لئے بھی اسے دشواری پیش آئے' اور سونے پر سہاگہ یہ کہ رزقِ کفاف کے ساتھ ساتھ اللہ نے اسے قناعت کی دولت سے بھی نوازا ہو۔ حرص' طمع اور لالچ ایسے باطنی عوارض سے اس کا سینہ پاک ہو اور وہ اللہ کے دیئے پر شاکر و قانع رہے!

(صحیح مسلم بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ)

الیکشن ۹۳ء ــــــ مذہبی جماعتوں کی سیاسی ناکامی

نواز شریف اور بے نظیر میں مفاہمت کیوں نہ ہو!

یک نفری' دو نفری اور سہ نفری جماعتوں سے اتحاد بے کار ہو گا

نواز شریف نے ہمت نہ دکھائی ورنہ لیگ کو چھوٹے صوبوں میں بھی منظم کر سکتے تھے

عبدالکریم عابد

الیکشن ۹۳ گزر چکے ہیں اور اس الیکشن کے نتیجہ میں نہ بے نظیر پیرس کو فرار ہوئی ہیں نہ نواز شریف کہیں منہ چھپانے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کا نام ونشان مٹا دینے کا دعوی کیا تھا لیکن الیکشن نے دونوں کے نام ونشان پر استحقاق کی مہریں ثبت کردی ہیں' البتہ مذہبی جماعتیں عوام کے سیاسی دربار میں مسترد کردی گئی ہیں حالانکہ انھوں نے اپنی گھن گرج کا نیا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ نصف درجن مذہبی جماعتوں نے اپنے تمامتر شوروشر کے باوجود پورے ملک میں سات آٹھ نشستیں حاصل کی ہیں۔ اس پر سیکولر حلقے خوش ہیں اور ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں کہ بے نظیر اور نواز شریف دونوں نے مذہبی جماعتوں کو خوامخواہ اپنے اعصاب پر سوار کر رکھا تھا جبکہ ان کی کوئی عوامی حیثیت نہیں ہے۔ وہ صرف میڈیا کے تعاون کی وجہ سے ایک ہوا نظر آ رہی تھیں۔

اس پروپیگنڈہ میں حقیقت ہو یا نہ ہو مگر مذہبی جماعتوں کی اس گئی گزری حالت میں بھی ارباب اقتدار کو ان کی ضرورت ہے۔ بے نظیر صاحبہ کو اپنے اقتدار کے لئے مولانا فضل الرحمن کے اسلامی جمہوری محاذ کے تین ارکان کی شدید ضرورت ہے اور وہ اس امر کا بھی اطمینان حاصل کرنا چاہیں گی کہ اسلامی فرنٹ کے تین ارکان اپنے آپ کو نواز شریف سے الگ رکھیں گے' جبکہ نواز شریف ہارس ٹریڈنگ کی نئی فضا میں متحدہ دینی محاذ کے دو ارکان کی قدر وقیمت کا تعین کریں گے۔ سب سے زیادہ خراب حالت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی ہے جو نہ گھر کی رہی ہے نہ گھاٹ کی۔ نورانی میاں شکست کے عادی ہیں اس لئے وہ پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنے سیاسی کاروبار کو جاری رکھیں گے۔

جہاں تک علاقائی جماعتوں کا تعلق ہے' نیپ کو کل تین نشستیں ملی ہیں۔ غلام احمد بلور اور اجمل خٹک کو اقتدار راس نہیں آیا۔ وہ الیکشن ہار گئے ہیں۔ بلوچستان میں نواز شریف کی حلیف پختون خواہ عوامی ملی پارٹی کچھ فائدہ میں رہی ہے۔ بلوچستان نیشنل الائنس جی گروپ اور مینگل گروپ کے ایک ایک رکن ایوان میں موجود رہیں گے۔ اس طرح کے یک نفری' دو نفری اور تین نفری گروپوں کی اہمیت اس لئے رہے گی کہ بے نظیر اور نواز شریف کا مل بیٹھنا ممکن نہیں ہے۔

نگران وزیر اعظم معین قریشی کی اس تجویز کی بیل کا منڈھے چڑھنا مشکل ہے کہ یہ دونوں رہنما ایک مخلوط حکومت بنا کر ملک کو استحکام بخشیں۔ اس طرح کی تجویز بے نظیر صاحبہ کو جنرل اسلم بیگ نے بھی پیش کی تھی لیکن وہ اس وقت بھی انھیں پسند نہیں آئی مگر اب وہ اس پر تیار ہو سکتی ہیں کہ نواز شریف کو مسلم لیگ کی قیادت سے نکال باہر کیا جائے تو وہ جونیجو لیگ کے ساتھ اس دوسری لیگ سے بھی اقتدار میں حصہ داری کر لیں گی۔ نواز شریف کو ایوان اقتدار کی بجائے جیل کی ہوا کھلانے کے لئے مقدمات اور ریفرنسز بنائے جاسکتے ہیں مگر ملک کی جو فضاء ہے اس میں اس نوعیت کا اقدام زبردست ایجی ٹیشنل فضاء پیدا کرے گا کیونکہ بے نظیر کی طرح نواز شریف بھی اب اپنی شخصی مقبولیت رکھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ کو بیشتر مقامات پر جو ووٹ پڑے' وہ نواز شریف کے نام پر پڑے ہیں۔ اس کی ایک مثال لاہور کے طارق بانڈے صاحب کی ہے کہ ووٹروں کو الیکشن سے پہلے اور الیکشن کے بعد بھی ان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں مگر پیپلز پارٹی کے جہانگیر بدر اور اسلامی فرنٹ کے لیاقت بلوچ کے مجموعی ووٹوں سے زیادہ ووٹ انھوں نے حاصل کئے اور سارے ووٹ صرف نواز شریف کے نام پر پڑے۔ اس صورت حال میں بے نظیر اور نواز شریف خواہ اچھے ہوں یا برے' قومی سیاست کے لئے ناگزیر ہیں اور ان میں مفاہمت کے بغیر ملک میں سیاسی حالات معمول کے مطابق نہیں رہ سکتے۔

نواز شریف اپنی ناکامی کے لئے اسلامک فرنٹ کو مورد الزام قرار دیں تو وہ اس میں حق بجانب ہونگے لیکن یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نواز شریف کو خود اپنی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ ان میں خود اعتمادی کی

دینی جماعتوں کا اتحاد

پاکستانی سیاست میں دینی جماعتوں کی ناکامی اس دعوے کے باوجود ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے سے انتخابی ایڈجسٹمنٹ کی تھی اور باہمی مقابلہ سے گریز کیا تھا۔ اس دعوے کو اس اعتبار سے تو درست کہا جاسکتا ہے کہ دینی جماعتوں کے امیدواروں کا آپس میں کہیں ٹکراؤ نہیں ہوا لیکن ان کے درمیان شخصی ٹکراؤ نہ ہونے کے باوجود نظریاتی ٹکراؤ نمایاں رہا ہے۔

کمی تھی ورنہ اگر وہ اپنے آپ پر اعتماد کرتے اور مسلم لیگ کو ایک علیحدہ جماعت کے طور پر سندھ' سرحد اور بلوچستان میں بھی عوامی سطح پر منظم کرتے تو وہ ایسا کر سکتے تھے مگر انھوں نے یہ راستہ چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی جماعتوں سے اتحاد کیا اور قاضی حسین احمد' عبدالستار نیازی اور مولانا سمیع الحق کی منت سماجت میں لگے رہے جو رائیگاں گئی۔ تاہم اب بھی نواز شریف کے لئے موقعہ ہے کہ وہ مسلم لیگ کو ایک قومی جماعت کے طور پر منظم کرنے کے لئے اقدام کریں۔ ان کی اندرون سندھ بھی ایک حمایت پیدا ہو گئی تھی جو اس لئے رائیگاں گئی کہ انھوں نے بے نظیر کے خلاف پرانے چہروں پر انحصار کیا اور نئے چہرے سامنے نہیں لا سکے۔ اگر وہ مسلم لیگ کو کراچی میں منظم کرتے تو وہ وہاں بھی ایک طاقت بن سکتی تھی اور ایم کیو ایم کی سیاست سے تنگ آئے ہوئے شہری حلقوں میں یہ مسلم لیگ جڑ پکڑ سکتی تھی مگر اس کی انھوں نے ہمت نہیں کی۔

ادھر ایم کیو ایم نے عجب ڈرامہ کیا کہ قومی اسمبلی کے الیکشن میں فوجی افسروں کی یقین دہانی پر اعتبار نہیں کیا اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں ان کی یقین دہانی کو تسلیم کر لیا۔ یہ کوئی سازش تھی یا حماقت' اس کا توفی الحال کچھ پتہ نہیں مگر یہ ضرور ظاہر ہو گیا کہ فوجی حلقے جس ایم کیو ایم حقیقی کو کھڑا کرنے کی کوشش کرتے رہے وہ بے بنیاد چیز تھی اور اس کا کوئی امیدوار الطاف گروپ کے بائیکاٹ کے باوجود کامیاب نہیں ہو سکا۔

ہمارے میڈیا کے ذریعہ ایک ہوا مرتضیٰ بھٹو کا بھی کھڑا کیا گیا تھا مگر ماں اور بیٹے مل کر پیپلز پارٹی کے وجود پر ہلکی سی خراش بھی نہیں لگا سکے اور بے نظیر کی اندرون سندھ میں کامیابی کا راستہ نہیں روکا جا سکا۔ پنجاب میں بے نظیر نے سرائیکی علاقہ کے جاگیرداروں کی مدد سے اس علاقہ میں چوبیس نشستیں حاصل کر لیں جبکہ مسلم لیگ کو صرف گیارہ نشستیں ملی ہیں۔ مگر ملتان شہر ان کے قابو میں نہیں آیا اور اس میں آباد رہتکیوں کے نمائندے محمد بوٹا صاحب مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ وسطی پنجاب میں لاہور شہر میں پیپلز پارٹی کو پہلے کی طرح اب بھی صرف ایک نشست ملی ہے اور اس میں بھی فرق ڈیڑھ سو ووٹوں کا تھا۔

لاہور کے برعکس فیصل آباد میں پیپلز پارٹی کی کارکردگی اچھی رہی۔ اس نے آٹھ میں سے چار نشستیں حاصل کی ہیں۔ جھنگ میں دینی محاذ کے نام پر سپاہ صحابہ کا ایک امیدوار کامیاب ہوا' باقی چار نشستیں پیپلز پارٹی کو ملی ہیں۔ فیصل آباد کی طرح گجرات اور گوجرانوالہ بھی صنعتی علاقے ہیں مگر ان سب صنعتی شہروں میں برادریوں کا زور ہے اور برادری کی سیاست میں پیپلز پارٹی کامیاب رہی ہے۔ چودھری شجاعت گجرات کے دونوں حلقوں میں ناکام رہے۔ گجرات اور منڈی بہاؤالدین کی بقیہ تین تین نشستوں پر بھی پیپلز پارٹی کے امیدوار کامیاب رہے۔ گوجرانوالہ سے مسلم لیگ کے چار اور پیپلز پارٹی کے دو امیدوار کامیاب رہے۔

مجموعی طور پر وسطی پنجاب میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان برابر کی ٹکر رہی۔ دونوں نے پچیس پچیس نشستیں حاصل کی ہیں مگر پیپلز پارٹی کی حلیف جونیجو لیگ کی چار نشستیں مستزاد ہیں۔ شمالی پنجاب یعنی راولپنڈی میں پانچوں نشستوں پر مسلم لیگ کامیاب رہی' وفاقی دارالحکومت بھی لیگ کے حصے میں آیا۔ اٹک بھی مسلم لیگ کا علاقہ ثابت ہوا اور جہلم بھی' البتہ چکوال میں پیپلز پارٹی کا ایک امیدوار کامیاب رہا۔ سرگودھا کی پانچ نشستوں میں سے چار مسلم لیگ کو اور ایک پیپلز پارٹی کو ملی۔ خوشاب' میانوالی اور بھکر میں بھی پیپلز پارٹی کا کوئی نمائندہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ شمالی پنجاب کے علاقہ میں پیپلز پارٹی کو صرف دو اور نواز لیگ کو سترہ نشستیں ملی ہیں۔ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو نو' پیپلز پارٹی کو پانچ' اسلامی جمہوری محاذ کو دو اور اسلامی فرنٹ کو دو نشستیں ملی ہیں۔

بے نظیر اور نواز شریف کی کامیابی کے معنی یہ ہیں کہ لوگ کسی تیسری قوت کو اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور وہ پرانی محاذ آرائی میں پھنسے ہوئے ہیں جو ۷۷ء کے عشرہ سے جاری ہے۔ گویا سیاست ابھی تک وہیں رکی کھڑی ہے لیکن سیاسی عمل کو جاری رکھا گیا تو یہ دونوں قوتیں منفی اساس کی بجائے مثبت اساس تلاش کرنے پر مجبور ہوں گی اور اپنے آپ کو بنانے سنوارنے کے علاوہ باہمی افہام و تفہیم کی ضرورت کا بھی انھیں احساس ہوگا بشرطیکہ اوپر کے لوگ مداخلت کرکے بار بار ملک کا سیاسی نقشہ اتھل پتھل نہ کریں اور سیاست کو اپنے فطری انداز سے چلنے دیں۔ خفیہ ایجنسیوں کی ساز باز کے ذریعہ نہ کوئی اتحاد بنائیں نہ کسی اتحاد کو بننے سے روکیں۔ اگر سیاست آزاد ہوگی تو وہ اصلاح پذیر بھی ہو سکے گی اور

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

کراچی کے انتخابی نتائج کا ایک جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ اس شہر میں جماعت اسلامی کے ووٹ تیزی سے کم ہوئے ہیں اور لیگ کے ووٹوں میں اضافہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے:

☆ کراچی سنٹرل ا میں حاصل کردہ ووٹوں کی تفصیل

پروفیسر غفور (آئی جے آئی)۔۸۸ء۔۲۳ہزار
پروفیسر غفور (آئی جے آئی)۔۹۰ء۔۲۱ہزار
نعمت اللہ (اسلامی فرنٹ)۔۹۳ء۔۱۰ہزار
مسلم لیگ (دوست محمد فیضی)۔۹۳ء۔۱۷ہزار

☆ کراچی ایسٹ ۲ میں

منور حسن (آئی جے آئی)۔۸۸ء۔۲۳ہزار
منور حسن (آئی جے آئی)۔۹۰ء۔۲۱ہزار
منور حسن (اسلامی فرنٹ)۔ ۹۳ء۔۸ہزار
مسلم لیگ (ابوبکر شیخانی)۔۹۳ء۔۲۸ہزار

☆ کراچی ساؤتھ ۳ میں

آئی جے آئی۔۔۔۔۔۹۰ء۔۱۷ہزار
اسلامی فرنٹ (قاضی حسین احمد)۔۹۳ء۔۸ہزار
مسلم لیگ (حلیم احمد صدیقی)۔۹۳ء۔۳۳ہزار آٹھ سو چالیس

تحریک خلافت کے ناظم اعلیٰ کا اولین دورۂ کراچی

دنیا میں نظام خلافت اللہ کا "حق" ہے

نجیب صدیقی

مزار قائد کے قریب انسانوں کے دو دھارے مختلف سمتوں میں بہہ رہے تھے

آج ۲۹ ستمبر ہے۔ الیکشن میں ایک ہفتہ رہ گیا ہے۔ گہما گہمی کے وہ مناظر جو پہلے دیکھنے میں آتے تھے، نہیں ہیں۔ اس کے برعکس فضا میں خوف وہراس کے سائے واضح طور پر محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ کراچی اس وقت دفعہ ۱۴۴ کی گرفت میں ہے۔ محدود پیمانے پر جلسے اور جلوس کی اجازت ملتی ہے مگر وہ جوش اور ولولہ اخبارات کے سوا کہیں نظر نہیں آتا۔ غیر یقینی کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص سوالیہ نشان بنا ہوا ہے کہ الیکشن ہوں گے بھی یا نہیں۔ اگر ہوں گے تو انجام کیا ہو گا۔ جیسی کسی بڑی آفت کے متوقع انتظار کے وقت سراسیمگی ہوتی ہے، ویسی ہی کیفیت ہے۔ ان حالات کے علی الرغم اللہ کے کچھ بندے اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے حالات کو مزید بگاڑنے کا سبب بنے گا۔ نفرتوں کی دیوار جو ان دنوں تعمیر کی جا رہی ہے وہ مزید تفریق پیدا کرے گی، دشمنی میں مزید اضافہ ہو گا۔ یورپ سے در آمد شدہ جمہوریت کا یہ نسخہ قوم رسول ہاشمی ﷺ کے کسی کام کا نہیں۔

یہ قوم جس اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائی ہے اس نے زندگی گزارنے کے لئے ایک نظام بھی عطا کیا ہے جسے نظام خلافت کہتے ہیں۔ چونکہ یہ نظام خلافت ایک عرصہ سے صرف کتابوں میں رہ گیا ہے عملاً برپا نہیں ہے اس لئے اس پر توجہ بھی عدم کے برابر ہے۔ تحریک نظام خلافت کا اولین مقصد یہی ہے کہ عوام الناس کو بتایا جائے کہ تمہارے پاس تمام بیماریوں کا نسخہ شفا موجود ہے، یہ تمہارا اپنا نظام ہے۔ تمہارے لئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے تمہارے رب نے تمہیں عطا کیا ہے۔ تمہاری نجات بھی اسی کے قیام میں مضمر ہے۔ تمہاری دنیا بھی اسی سے سنور جائے گی اور تمہاری آخرت بھی۔ یہ وہ پیغام ہے جسے ہر کلمہ گو تک پہنچانا ہم سب پر فرض بنتا ہے۔ یہ اللہ کا عطا کردہ نظام جسے اس کے رسول ﷺ نے بہ تمام وکمال خطہ عرب میں نافذ کر کے دکھایا پھر اس نظام کو لے کر آپ کے صحابہ دنیا میں پھیل گئے اور کرہ ارض کے ایک بڑے حصہ پر جاری وساری کیا، بہت مختصر مدت میں یہ نور لاکھوں مربع میل پر ضیا بار ہوا، اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانا ہے۔ پاکستان میں بسنے والی قوم جس نے اس ملک کی تعمیر اسی مقصد کے لئے کی تھی، اس نظام کو برپا کرنے میں ناکام رہی جس کی وجہ سے ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن گئی ہے۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ الیکشن سے نظام نہیں بدل سکتا، زیادہ سے زیادہ اس کو چلانے والے ہاتھ بدل سکتے ہیں۔ نظام بدلنے کے لئے انقلاب کی ضرورت ہے، ایک انقلابی جماعت کی ضرورت ہے۔ اس ملک کی قسمت اسی وقت بدلے گی جب ایک عظیم طاقت انقلاب کے لئے اٹھ کھڑی ہو گی۔ یہ بات جب جناب جنرل (ریٹائرڈ) محمد حسین انصاری صاحب کی سمجھ میں آگئی تو وہ اپنی پچھلی وابستگی کو خیرباد کہہ کر تحریک خلافت میں شامل ہو گئے۔ اب وہ اس تحریک کے ناظم اعلیٰ ہیں اور اپنی تمام صلاحیتیں بھرپور انداز میں تحریک کے سپرد کر چکے ہیں۔

کراچی میں موصوف کا بحیثیت ناظم اعلیٰ تحریک خلافت، پہلا دورہ تھا۔ رحیم یار خان کے اجتماع سے فارغ ہو کر آپ سوا سات بجے شام کراچی ایئرپورٹ پر پہنچے۔ استقبال کے لئے تحریک کے ناظم محترم زین العابدین جواد اور تحریک کے مقامی سکریٹری جناب طاہر محمود چودھری موجود تھے۔ ان کے علاوہ کچھ دوسرے ساتھی بھی تھے۔ جناب عبد الرزاق صاحب سکریٹری جنرل تحریک خلافت پاکستان ٹرین سے تشریف لا رہے تھے، آپ کا خیر مقدم کرنے کے لئے اسٹیشن پر جناب نسیم الدین صاحب ناظم تنظیم اسلامی حلقہ سندھ وبلوچستان موجود تھے۔ پہلی تعارفی نشست جناب محمد انعام صاحب کے گھر پر ہوئی جہاں خلافت کمیٹی کے ارکان اور احباب کے لئے عشائیہ کا بندوبست تھا۔

۳۰ ستمبر کو ناظم اعلیٰ نے پریس کلب میں پریس کے نمائندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم نفس سیاست کے خلاف نہیں۔ سیاست اس کا نام ہے کہ ہر باشعور شہری اپنے حالات اور دنیا کے حالات سے آگاہی رکھے، میرے نزدیک اس ملک میں جس نظام کے تحت انتخابات ہو رہے ہیں وہ لاحاصل ہے۔ اس بات کی گواہ پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ ہے۔ یہاں کوئی حکمران خیریت کے ساتھ رخصت نہیں ہوا۔ انتخابات کے نتائج سامنے آنے کے بعد جب لوگ غور کریں گے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ہمارے مسائل کا حل موجودہ نظام میں نہیں ہے۔ ذرا غور کریں تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ہمارا کردار ایک بہروپئے کا کردار ہے۔ تحت الشعور میں اسلام سے وابستگی ہے مگر چہرے پر مغربی ماسک لگا لئے ہیں۔ ہمارے یہاں جو بھی حکمران آیا اس نے اسلام کو بیساکھی کے طور پر استعمال کیا۔ انتخابات کے ذریعہ ہم اس منزل تک نہیں پہنچ سکتے جسے خلافت کہا جاتا ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اس ملک کے دس کروڑ عوام چند ہزار لیڈروں کے لئے محنت کرتے ہیں، یہ بات اب راز نہیں رہی اور موجودہ عارضی حکومت نے اسے طشت ازبام کر دیا ہے۔

ہر سوسائٹی کو اچھا رکھنے کے لئے احتساب کا ایک نظام موجود ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موجودہ حکومت کو چاہئے کہ آئین کے تحت ایک ایسا احتسابی ادارہ تشکیل دے جو خود مختار ہو، اس کا ایک حصہ تحقیقاتی ہو، دوسرا حصہ مقدمات تیار کرے، تیسرا سزا دینے کا مجاز ہو۔ ہم رائے عامہ کو بیدار کر رہے ہیں، ان کو ان کے صحیح ہدف کا شعور بہم پہنچا رہے ہیں، انہیں یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ ہمارے جملہ مسائل کا

حل صرف نظام خلافت میں ہے' موجودہ جمہوری نظام ناکافی ہے بلکہ ناقص ہے۔ ہماری پچاس سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔

اس مختصر خطاب کے بعد سوالات کی باری تھی۔ صحافی حضرات سوالات کے موڈ میں نہیں تھے۔ وہ تو موجودہ سیاسی ہنگاموں ہی کے حوالے سے بات کرنی چاہتے ہیں۔ پھر بھی احتسابی ادارہ کے متعلق بعض وضاحتیں دریافت کی گئیں جن کا جواب ناظم اعلیٰ نے دیا۔ اس طرح یہ پریس کانفرنس اختتام کو پہنچی۔

رات ۸ بجے تحریک خلافت کا ایک جلسہ کاسموپولیٹن کلب بالمقابل مزار قائد اعظم رکھا گیا تھا جس کے لئے محدود دعوت نامے جاری کئے گئے تھے۔ سیاسی فضا اور ہنگاموں کے درمیان تقریباً چار سو افراد کا جمع ہو جانا جب کہ راستے مسدود کر دئے گئے ہوں' تحریک خلافت سے وابستگی کی علامت ہے۔ اس گئے گزرے معاشرے میں بھی ایسے اذہان موجود ہیں جو صحیح بات سننے کے لئے مشقت بھی کرتے ہیں اور وقت بھی نکالتے ہیں۔

تھوڑے ہی فاصلے پر مسلم لیگ کا انتخابی جلسہ ہو رہا تھا جس سے نواز شریف صاحب نے خطاب کرنا تھا۔ مزار قائد کے قریب دو دھارے مختلف سمتوں میں بہہ رہے تھے' ایک کی منزل حصول اقتدار تھا' دوسرے کی منزل اپنے فرائض کی ادائیگی اور حصول رضائے رب تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے کندھوں پر جو فرشتے بیٹھے ہیں ویسے ہی فرشتے اس سیاسی جلسے میں بھی لیڈروں اور سامعین کے کندھوں پر بیٹھے لکھ رہے ہونگے' لیکن دونوں تحریروں میں بڑا فرق ہو گا۔ ایک میں الزامات' جھوٹے وعدے اور شعبدوں کا اظہار نمایاں ہو گا اور دوسری تحریر آیات قرآنی اور اظہار عجز سے مزین ہو گی۔

جلسہ نصف گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا۔ جس کے لئے ناظم تنظیم اسلامی حلقہ سندھ وبلوچستان جناب نسیم الدین صاحب نے معذرت کی' وہی اسٹیج سکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ نے قاری نعیم رضوان کو تلاوت کی دعوت دی اس کے بعد آیات کا ترجمہ خود کیا۔ جناب عبد المجید فتح صاحب سے نعت کی فرمائش کی گئی۔ آپ نے کہا کہ آج نعت کے بدلے جناب میجر ہاشمی صاحب کا درد دل آپ کو سناتا ہوں ' انہوں نے پانچ اشعار میں تحریر کیا ہے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔۔

عبرت کا مقام ہے یہ پستی پھر قابل حیرت ہے مستی
قوموں نے ابھرنا سیکھ لیا ہم ہوش میں نا بھی گئے

اس کے بعد انجینئر نوید احمد صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ "نظام خلافت ...... کیا' کیوں' اور کیسے" پر روشنی ڈالی۔ طویل خطاب میں اپنی بات سمونا جتنا آسان ہے' کم وقت میں وہی بات مکمل کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ موصوف نے نہایت اختصار کے ساتھ اپنی بات مکمل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اب نو آموزوں کی صف سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ حق تلفی ہو گی اگر ان کی تقریر کے چند جملے نقل نہ کروں۔ آپ نے فرمایا کہ نظام خلافت اس دنیا میں اللہ کا حق ہے۔ تخلیق اس کی ہے' حکم بھی اسی کا چلنا چاہئے۔ یہ نظام خلافت دنیا میں انسانوں کے لئے رحمت ہے۔ نظام خلافت کا قیام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا قیام ہے'۔اس نظام خلافت کو قائم کرنے کے لئے نبی رحمت نے اپنے ساتھیوں کے لاشے اللہ کے حضور پیش کئے۔ یہ جذباتی انداز ایک نوجوان ہی کا ہو سکتا ہے اور وہ اپنے الفاظ کے ذریعہ اپنے جذبات سامعین کے ذہنوں میں اتارتا ہے۔

جناب نسیم الدین جو اسٹیج سکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے' نے جناب عبد الرزاق صاحب سکریٹری جنرل تحریک خلافت پاکستان کو دعوت خطاب دی اور تعارف کے ساتھ چند خوبصورت جملوں میں نظام خلافت کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ جناب عبد الرزاق جو تحریک خلافت میں خون کی طرح رواں دواں ہیں "گویا ہوئے کہ ہماری پوری تحریک کا محور ومرکز قرآن مجید ہے۔ مختلف اصطلاحوں کا جائزہ لیتے ہوئے خلافت کی اصطلاح کو عوامی اصطلاح قرار دیا۔ عوام کے کان اس سے آشنا ہیں' خلافت کے تصور سے وہ تمام خوبیاں منتقل ہو کر سامنے آ جاتی ہیں اور

واقعات کا رخ بھی اس جانب ہے کہ دنیا میں خلافت کا نظام قائم ہو کر رہے گا۔ وہ خوش نصیب ہو گا جو آگے بڑھ کر اس کام کو اپنا مقصد بنائے گا۔ ہمیں چاہئے کہ اس جدوجہد میں اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

ان کے بعد ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان جنرل (ریٹائرڈ) محمد حسین انصاری صاحب تشریف لائے۔ آپ نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں اور اپنی بات کو انہی آیات کے حوالے سے سامعین کے سامنے رکھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے تحریک خلافت کے ساتھ ہیں۔ ایمان کا تقاضہ ہے کہ ہم اس نظام خلافت کو قائم کریں۔ یاد رکھئے ہر چیز فنا ہو جائے گی' اس مقصد کے لئے آپ کی سعی و جہد ہی باقیات الصالحات ہیں۔ ہمیں اپنی دنیاوی مصروفیات میں سے اس کام کے لئے وقت چھیننا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر محنت کے اور بغیر وقت دیئے یہ کام ہو جائے۔ مغربی جمہوریت کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے' اس سے کبھی اسلام نہیں آئیگا۔ یہ نظام ہمیں "سوٹ" نہیں کرتا ہمیں تحریک خلافت میں شامل ہو کر اپنی گواہی دینی چاہئے۔ آپ اس قافلے میں شامل ہو جائیے------ آپ کی تقریر کے بعد منتظمین جلسہ کی طرف سے عشائیہ کا انتظام تھا جس کے بعد نماز عشاء باجماعت ادا کی گئی۔

یکم اکتوبر جمعہ کے دن ریلی کا پروگرام تھا جس کی اطلاع متعلقہ حکام کو دی جا چکی تھی۔ صبح ساڑھے نو بجے رفقاء تنظیم و معاونین خلافت مسجد خضراء' صدر میں جمع ہو گئے' ابتدائی خطاب جناب عبد الخالق نے کیا۔ توحید و آخرت ان کا موضوع تھا۔ ہمیں ہر قدم پر اس سبق کی یاد دہانی ضروری ہے تاکہ سمت درست رہے اور ہم اس سمت میں سفر کر سکیں جو اللہ کو مطلوب و محبوب ہے۔ آپ کے بعد جنرل انصاری صاحب نے رفقاء سے باتیں کیں۔ آپ نے جناب عبد الخالق کی وصیتوں اور نصیحتوں کے حوالے ہی سے اپنی بات کی۔ پھر جناب نسیم الدین نے ریلی کے متعلق بعض تفصیلی ہدایات دیں۔ پانچ گروپ تشکیل دیئے گئے۔ نسیم صاحب نے کہا کہ ہم جس پاکیزہ مقصد کے لئے نکل رہے ہیں' اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔ نگاہوں کو نیچی رکھئے۔ راستہ بھر ذکر کرتے رہئے۔ لوگوں کے سوالوں کے جواب سے گریز کیجئے' یہ ہر کام گروپ لیڈر کا ہے۔ صبر و تحمل سے کام لیجئے۔ جس کو جو ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ بغیر اجازت دوسروں کو منتقل نہ کرے۔ آپس میں گفتگو نہ کیجئے۔

ریلی کا وقت بعد نماز جمعہ طے تھا۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد رفقاء اپنے گروپ لیڈر کے قریب جمع ہو گئے۔ بینرز اور ٹی بورڈز تقسیم کئے گئے۔ ریلی کے آگے ایک ٹرک پر لاؤڈ سپیکر لگایا گیا تھا تاکہ ان مقاصد سے عوام الناس کو آگاہ کیا جائے جن کے لئے اس ریلی کا اہتمام ہوا۔ جنرل انصاری صاحب نے فرمایا کہ وہ ریلی کے ساتھ پیدل سفر کریں گے۔ ان کے ہمراہ تحریک کے اکابرین تھے۔ ٹرک پر ان لوگوں کو بٹھایا گیا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

وطن عزیز کو بحران در بحران میں مبتلا کیا گیا

تازہ انتخابات کے نتائج سے کوئی سبق بھی ملا؟

نثار احمد ملک

اتحادوں کی سیاست ختم ہوگئی

پاکستان کی تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی جماعتوں کی اصل قوت احتجاجی سیاست میں ہے

الیکشن ۹۳ء کے نتائج مکمل طور پر سامنے آچکے ہیں۔ گو انتخابات کے منعقد ہونے تک صحافتی و سیاسی حلقوں میں ان کے انعقاد کے بارے میں شکوک و شبہات پائے جاتے تھے لیکن ان شکوک و شبہات کی گہری دھند کے باوجود انتخابات منعقد ہوئے۔ تاحال انتخابات کے متعلق جتنی بھی رپورٹیں آئی ہیں' ان کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوئے۔ ان رپورٹوں کے علاوہ سیاسی جغادریوں کی طرف سے بھی روایتی انداز میں اپنی شکست کو چھپانے کے لئے دھاندلی کا الزام نہیں لگایا گیا۔

اگرچہ موجودہ انتخابات کے جو نتائج سامنے آئے ہیں ان سے وہ مقاصد تو پورے ہوتے نظر نہیں آتے جن کی توقع کی جاتی تھی۔ پاکستان کی دو بڑی سیاسی جماعتوں میں سے کسی کو بھی واضح اکثریت حاصل نہیں ہے لہٰذا اپنے بل پر حکومت سازی دونوں کے لئے بہت مشکل ہے۔ ایک انتہائی کمزور حکومت معرض وجود میں آئے گی جس کو ایک بہت مضبوط حزب اختلاف کا سامنا ہوگا۔ تاہم ملک میں جمہوری استحکام کے حوالے سے چند باتیں بھی سامنے آئی ہیں۔

CENTRE

Pakistan Peoples Party	86
Pakistan Muslim League (J)	6
Pakistan Muslim League (N)	72
Islami Jamhori Mahaz	4
Awami National Party	3
Pakistan Islamic Front	3
Pakhtun Khwah Milli Awami Party	3
Jamhuri Watan Party	2
Mutaheda Dini Mahaz	2
Baluchistan National Movement (H)	1
Baluchistan National Movement (M)	1
National Democratic Alliance	1
National Peoples Party	1
Pakistan Qaumi Movement	1
Independent (including 7 FATA)	15
	201

ایک بات جو بہت ہی خوش آئند ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں واضح طور پر دو پارٹی نظام کی طرف رجحان پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ انتخابات میں اصل مقابلہ دو جماعتوں کے درمیان تھا۔ باقی دنیا میں عموماً دو جماعتی نظام ہی موجود ہے مثلاً امریکہ اور برطانیہ' تاہم اس میں بعض استثنیٰ بھی ہیں جیسے فرانس' جہاں کثیر جماعتی نظام موجود ہے۔ بہرحال دو جماعتی نظام کو جمہوری استحکام کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ انتخابات کے نتائج سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ اب مسلم لیگ بھی ایک ملک گیر جماعت کی حیثیت سے سامنے آئی ہے جس کی جڑیں چاروں صوبوں میں موجود ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے

چاروں صوبوں میں پارٹی پوزیشن

پارٹی	پنجاب	سرحد	سندھ	بلوچستان	کل
پیپلز پارٹی	94	22	56	3	175
مسلم لیگ (ن)	106	15	8	6	135
مسلم لیگ (ج)	18	4	x	x	22
عوامی نیشنل پارٹی	x	20	x	1	21
بلوچستان نیشنل الائنس (ح)	x	x	x	4	4
بلوچستان نیشنل الائنس (م)	x	x	x	2	2
مہاجر قومی موومنٹ (حق پرست)	x	x	27	x	27
پاکستان اسلامک فرنٹ	2	4	x	x	6
اسلامی جمہوری محاذ	x	1	x	3	4
جمہوری وطن پارٹی	x	x	x	5	5
نیشنل ڈیموکریٹک الائنس	2	x	x	x	2
جمعیت مشائخ پاکستان	1	x	x	x	1
نیشنل پیپلز پارٹی	x	x	2	x	2
آزاد	17	11	5	9	42
پاکستان نیشنل پارٹی	x	x	x	1	1
دیہاتی اتحاد	x	x	x	1	1
پختون خواہ ملی عوامی پارٹی	x	x	x	4	4
بھٹو شہید کمیٹی	x	x	1	x	1
متحدہ دینی محاذ	1	1	x	1	3
کل	240	79	99	40	458

کہ قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ ایک جماعت سے زیادہ ایک تحریک آزادی تھی لیکن قیام پاکستان کے بعد وہ جاگیرداروں اور مفاد پرستوں کا ٹولہ بن کر رہ گئی اگرچہ عوام میں اس کا اثر اس کے تحریک پاکستان کے کردار کی وجہ سے موجود رہا۔ لیکن ۶۰ء کے بعد سے تو مسلم لیگ آمروں کی حمایت یافتہ جماعت بن کر رہ گئی۔ یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ فوجی آمروں کے خلاف جدوجہد جمہوریت میں مسلم لیگ کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ پاکستان پیپلز پارٹی کو بہت سی ابتلا و آزمائش کا سامنا رہا ہے۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ میاں نواز شریف صاحب نے مسلم لیگ کو منظم کیا ہے۔ اس میں میاں صاحب کی شخصیت کو مسلم لیگ سے زیادہ عمل دخل حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ میاں صاحب کی شخصیت کو جس طرح بنایا گیا ہے اور جہاں سے وہ سیاسی ٹریننگ لے کر میدان سیاست میں آئے اس "سرپرستی" نے ان کی شخصیت کو قد آور بنادیا ہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مقامات پر لوگ مقامی نمائندوں سے نالاں تھے لیکن انہوں نے ووٹ نواز شریف کی شخصیت کو سامنے رکھ کر دیا ہے۔

دوسری بات جو موجودہ نتائج سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے دوسرے صوبوں کے علاوہ پنجاب میں جو کہ میاں نواز شریف کی اصل طاقت تھا' میں بھی بہت زیادہ سیٹیں لی ہیں۔ پنجاب کے حوالے سے کسی کا بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ پیپلز پارٹی اتنی نشستیں لے جائے گی' نہ صرف قومی اسمبلی میں بلکہ صوبائی اسمبلی میں بھی اس کو اپنے اتحادیوں سمیت مسلم لیگ پر واضح برتری حاصل ہے لہٰذا اب پیپلز پارٹی کو صرف سندھیوں کی جماعت نہیں کہا جاسکتا کہ جس کی اصل طاقت سندھ سمجھا جاتا تھا۔

ایک تیسری بات جو موجودہ انتخابات کے نتائج سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ دینی سیاسی جماعتوں کا گویا پاکستانی سیاست سے عمل دخل ختم ہوتا نظر آتا ہے۔ لہٰذا مسلم لیگ جسے ہر دور میں دینی جماعتوں کی حمایت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی شاید اس کے بعد اسے ان کی ضرورت قطعاً محسوس نہ ہو۔ اس کے علاوہ دینی جماعتیں جو اس زعم میں مبتلا تھیں کہ مسلم لیگ ہماری وجہ سے ہی کامیاب ہوتی ہے ان کا یہ زعم بھی ختم ہوجائے گا۔ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ شاید اب پاکستان میں اتحادوں کی سیاست ختم ہوجائے۔ ظاہر ہے اتحادوں کی وجہ سے قائم ہونے والی حکومت مستحکم حکومت تصور نہیں کی جاتی۔ اس کا ایک منظر ۹۰ء میں قائم ہونے والی نواز حکومت ہے جسے شروع میں دو تہائی اکثریت حاصل تھی جبکہ اتحادیوں کے ایک ایک کرکے چھوڑ جانے سے آخر میں ایک کمزور حکومت کی شکل میں تبدیل ہوگئی تھی۔ لہٰذا اس بے جوڑ قسم کے اتحادوں کی سیاست کا ختم ہوجانا بھی ایک اچھی رسم ہے۔

اس کے علاوہ اب دینی سیاسی جماعتوں کو اگر سیاست کا شوق پورا کرنا ہی ہے تو انہیں متحد ہونا پڑے گا۔ اگر تمام دینی عناصر متحد نہیں ہوں گے تو وہ تیسری قوت کے طور پر نہیں ابھر سکتے۔ لہٰذا اس سے دینی عناصر کے اتحاد کی راہ بھی ہموار ہوگئی ہے۔ اگر وہ اسی طرح الگ الگ گروپوں کی شکل میں انتخابی دنگل میں موجود رہے تو شاید ان کا "اخباری وجود" بھی قائم نہ رہے۔

ان انتخابات کے حوالے سے ہم اسلامک فرنٹ کا ذکر ضرور کریں گے۔ اسلامک فرنٹ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے بارے میں ہم "ندائے خلافت" میں بہت پہلے لکھ چکے تھے۔ لیکن اسلامک فرنٹ جس دھوم دھڑکے اور زور و شور سے اب کی بار سامنے آیا تو بعض صحافتی حلقے بھی اسے تیسری طاقت کا نام دینے لگے۔ ہمیں اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ اسلامک فرنٹ انتخابات میں کیوں آیا ہے' بلکہ ہمیں تو اس بات پر افسوس ہے کہ دین اسلام کی تمام حدود و قیود کو پھلانگنے کے باوجود کچھ ہاتھ نہیں آیا اور بقول پیر صاحب پگاڑہ جماعت اسلامی خاکسار تحریک کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ پاکستان کے حوالے سے جو لوگ اسلام سے خوفزدہ تھے اب ان کا خوف بھی اتار دیا گیا ہے اور یہ سب برکات ہیں انتخابی سیاست کی جس کو جماعت اسلامی "صحیفہ آسمانی" سمجھ کر سینے لگائے ہوئے ہے۔

ہم آج پھر اس بات کو دھرائے دیتے ہیں کہ اگر اب بھی جماعت اسلامی انتخابی سیاست کو خیرباد کہہ کر واپس آجائے تو دیر نہیں ہوئی۔ اگر ساٹھ سال کی

فاعتبروا یا اولوالالباب!

قومی اسمبلی کے لئے "پف" کی ٹکٹ پر پنجاب سے ۶۸' سندھ سے ۱۸' سرحد سے ۱۴ اور بلوچستان سے ۳ یعنی کل ۱۰۳ امیدوار کھڑے کئے گئے تھے۔ ان میں پنجاب میں ۴۹' سندھ میں ۸ اور بلوچستان میں دو یعنی کل ۵۹ امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہوگئیں۔ کراچی میں این اے ۱۸۸ سے ایک سیٹ ملی' صرف اس لئے کہ ایم کیو ایم (حق پرست) نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا اور وہاں ڈالے گئے ووٹوں کی شرح صرف آٹھ فی صد رہی اور دو سیٹیں صوبہ سرحد میں چترال اور دیر سے حاصل ہوئیں جہاں جماعت اسلامی کے اثرات خاصی دیر سے قابل ذکر چلے آرہے ہیں۔

جماعت اسلامی کے باقاعدہ اراکین راجہ محمد ظہیر خان جو اپنے حلقہ انتخاب میں راجگان کی ایک بڑی برادری بھی رکھتے ہیں اور جناب لیاقت بلوچ جنہوں نے بطور ممبر قومی اسمبلی اپنی لیاقت کا لوہا منوایا' سائیکل ریس میں چمپئن بن کر ابھرے تھے لیکن پاکستان اسلامی فرنٹ میں آکر ان کی کار کا پٹرول ختم ہوگیا۔ راجہ ظہیر آئی جے آئی کے ٹکٹ پر ۸۸ء میں ۶۱۱۸۸ اور ۹۰ء میں ۷۵۷۸۴ ووٹ لے کر جیتے تھے جبکہ ۹۳ء میں ان کے حصے میں صرف ۷۶۳۰ ووٹ آئے۔ لیاقت بلوچ نے ۸۸ء اور ۹۰ء میں بالترتیب ۵۵۶۵۵ اور ۶۸۹۴۳ ووٹ حاصل کئے تھے لیکن "پف" نے ۹۳ء میں انہیں ۱۰۹۹۵ سے زیادہ ووٹ نہ دلوائے۔ البتہ ایک مثال برعکس بھی ہے' جماعت کے صاحبزادہ فتح اللہ نے آئی جے آئی کے ٹکٹ پر ۸۸ء میں ۳۵۲۸۸ ووٹ لے کر این اے ۲۵ (دیر) کی نشست جیتی اور ۹۰ء میں ۲۷۱۴۷ ووٹ لے کر ہاری تھی جبکہ "پف" کے ٹکٹ پر اسی حلقے سے ۹۳ء میں انہوں نے ۳۷۵۲۹ ووٹ لے کر اپنی سیٹ جیت لی ہے۔ یہ غالباً ان کا ذاتی ووٹ بینک تھا۔

"لاہور کے شہزادے" حافظ سلمان بٹ کو بھی پاکستان اسلامی فرنٹ راس نہ آیا۔ لاہور کے **ایک** حلقے (این اے ۹۶) سے ۸۸ء میں آئی جے آئی کے ٹکٹ پر ۳۸۶۹۴ ووٹ لئے تھے۔ اگرچہ وہ پانچ ہزار ووٹوں سے پی پی پی کے جہانگیر بدر سے شکست کھا گئے لیکن باعزت طور پر ۹۳ء میں انہوں نے دو حلقوں (این اے ۹۴ اور ۹۵) سے بیک وقت "پف" کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور دونوں جگہ ضمانت ضبط کرائی۔ دونوں حلقوں میں ان کے حاصل کردہ ووٹوں کی کل تعداد ۴۸۹۵ ہے۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین ملک تحریک انقلاب اسلام کے سربراہ ہیں اور ۸۸ء اور ۹۰ء کے دونوں عام انتخابات میں پورے زور و شور سے حصہ لے کر ناکام ہوئے اور غالباً دونوں دفعہ ضمانت بھی ضبط کرائی۔ اسی دوران

محنت کا حاصل قومی اسمبلی کی تین سیٹیں اور جگ ہنسائی ہے تو پھر اس سے بہتر نہیں ہے کہ ان وسائل کو اسلامی انقلاب کی تیاری کے لئے صرف کیا جائے جنہیں انتخابی سیاست میں پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔ ہم یہاں نعیم صدیقی صاحب کے الفاظ دھرائیں گے کہ قربانی دین سے اقامت دین نہیں ہو سکتی۔

انتخابات سے پہلے بھی اور آج بھی ایک بات کہی جا رہی ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی ملکی آئین کو سیکولر بنادے گی۔ اسی دلیل کو ہمارے بعض اسلام پسند صحافیوں نے بھی عام کیا ہے اور جماعت اسلامی کو مسلم لیگ کا ساتھ دینے کو کہا ہے۔ اگرچہ موجودہ انتخابات کے نتیجہ میں بننے والی حکومت اس قابل نہیں ہوگی کہ وہ ملکی آئین میں کوئی ترمیم کر سکے۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ اگر پیپلز پارٹی کو دو تہائی اکثریت حاصل ہوجاتی تو کیا وہ اسلامائزیشن کے عمل کو رول بیک کر دیتی۔ اور ملکی آئین کو سیکولر خطوط پر استوار کردیتی؟ یعنی یہ ایک خطرہ ہے جو ہمارے بعض صحافی ظاہر کرتے ہیں۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ پاکستان میں جو دستوری سطح پر اسلام کی طرف پیش رفت ہوئی ہے۔ اس کے پس منظر میں بھی اہم کردار انتخابی سیاست کا نہیں بلکہ انقلابی اور احتجاجی سیاست کا تھا۔ چنانچہ قرار داد مقاصد جب ۱۲ مارچ ۴۹ کو منظور ہوئی تو اس وقت اسمبلی میں علماء کی عددی اکثریت نہیں تھی بلکہ اسمبلی میں قابل ذکر شخصیت مولانا شبیر احمد عثمانی" تھے جبکہ اسمبلی سے باہر جماعت اسلامی اور کچھ دوسری جماعتوں کا مطالبہ تھا جو احتجاج کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا۔ لہٰذا قرار داد مقاصد منظور بھی تب ہوئی جب مولانا عثمانی" نے اسمبلی سے استعفٰی دے کر اسمبلی سے باہر احتجاج کی دھمکی دی۔

اسی طرح جب ایوب خان نے ملک کے نام سے ۶۲ء کے آئین میں "اسلامی" کا لفظ نکالنا چاہا تو اسے اس احتجاج کے پیش نظر جس کا اسے خطرہ تھا دوبارہ یہ لفظ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" شامل کرنا پڑا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا تو یہ بھی کوئی بھٹو کی اسلام پسندی کا مظہر نہیں تھا بلکہ اس بھرپور احتجاجی تحریک کا نتیجہ تھا جو پورے ملک میں چلائی گئی تھی اور ایک مطالبہ سامنے رکھا گیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے لہٰذا دستوری سطح پر انہیں کافر قرار دیا گیا یعنی یہ معاملہ بھی اسمبلی میں علماء کی عددی اکثریت کی وجہ سے حل نہیں ہوا تھا بلکہ احتجاجی سیاست کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ آرڈیننس جب نافذ ہوا تو اہل تشیع نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی مارشل کا خوف بھی دلوں میں موجود تھا۔ اہل تشیع نے اپنا مطالبہ منوانے کے لئے اسلام آباد سیکرٹیریٹ کا گھیراؤ کیا کوئی توڑ پھوڑ بھی نہیں کی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کو بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا

یہ تو پہلے کی مثالیں ہیں جب احتجاجی سیاست انتہائی کامیاب رہی ایک مثال ماضی قریب سے بھی سن لیجئے۔ اگرچہ بظاہر یہ چھوٹی سی مثال ہے لیکن اس سے ہمارے نقطۂ نظر کو بہت تقویت ملتی ہے۔ نواز شریف کابینہ کے ایک "وزیر کثافت" صاحب نے امریکہ کے مائیکل جیکسن اور میڈونا کو جو پوپ سنگر ہیں پاکستان آنے کی دعوت دی تاکہ اہل پاکستان کو "پاپی" گیت سنائیں اگرچہ پاکستان اس معاملے میں خود کفیل ہے۔ جماعت اسلامی نے نواز حکومت کو دھمکی دی کہ ہم مائیکل جیکسن اور میڈونا کو پاکستان کی سرزمین پر قدم نہیں رکھنے دیں گے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وزیر کثافت صاحب کی انتہائی کوشش اور پوری حکومتی مشینری کے ہوتے ہوئے بھی وہ ایسا نہ کر سکے۔ ہم اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ پاکستان میں اگر سیکولرزم آئے گا تو اس کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور ہم تو اس سے آگے کی ایک بات کہتے ہیں کہ یہاں اب یا تو کھلا سیکولرزم آئے یا اسلام یہ بیچ بیچ کی کیفیت اب ختم ہونی چاہئے۔ اور سیکولرزم کا آنا ہی یہاں انقلاب کی بنیاد بن جائے گا۔ یہ سیکولرزم دینی قوتوں کو اکھٹا کرے گا اور انقلابی راستے پر لائے گا۔ اللہ تعالٰی اس شر سے ضرور خیر برآمد کرے گا۔ یہ تو ہمارا تجزیہ تھا کہ انقلابی سیاست میں دینی عناصر ہمیشہ کامیاب رہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انتخابی سیاست میں نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں مسلمان ناکام رہے ہیں۔ چنانچہ الجزائر میں ۹۰ء کے انتخابات میں اسلامی نجاب پارٹی نے پہلے راونڈ میں ۸۰ فی صد

میں وہ تنظیم اسلامی کے انقلابی طریقہ عمل سے بھی متاثر ہوئے اور مکمل نظری اتفاق کا اظہار کرتے رہے۔ تحریک خلافت پاکستان کی تاسیس ہوئی تو اس کے اولین معاونین میں شامل ہوئے اور برملا یہ کہتے رہے کہ تبدیلی لانے کے لئے انتخابات کا راستہ اختیار کرنا وقت کا ضیاع ہے لیکن ۹۳ء کے الیکشن کی آمد آمد کے ساتھ ہی پاکستان اسلامی فرنٹ میں چلے گئے اور اس کے مرکزی رہنماؤں میں ان کا شمار ہوا۔ "پف" کے ٹکٹ پر این اے ۴۴ (چکوال ۲) سے انہوں نے ۴۵۵۰ ووٹ حاصل کر کے ضمانت ضبط کرانے کی ہیٹ ٹرک مکمل کرلی ہے۔

پنجاب اسمبلی کی ۲۴۰ نشستوں کے نتائج میں جیتنے والے امیدوار کے مقابلے میں دوسرے نمبر پر آنے والوں میں مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد بھی صرف تین ہے۔ ان میں سے دو کا تعلق پاکستان اسلامی فرنٹ سے تھا اور ایک کا اسلامی جمہوری محاذ سے۔

ہمارے ایک دس جماعت پاس قاری کے حساب کے مطابق جس نے (خواجہ دل محمد مرحوم کا لکھا ہوا) "دل کا حساب") پڑھ کر پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان دیا تھا' پاکستان اسلامی فرنٹ کو حاصل کردہ ہر ووٹ کے لئے اپنی بھرپور ملک گیر انتخابی مہم پر تقریباً ایک ہزار روپے خرچ کرنے پڑے ہیں اور یہ حساب جوڑتے ہوئے انہوں نے اخراجات کو صرف قومی اسمبلی کے الیکشن میں ملنے والے ووٹوں سے تقسیم کیا ہے' شاید صوبائی حلقوں کو وہ "جھونگے" میں شمار کرتے ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) کو اسی پیمانے سے خرچ کرنے کے لئے ساڑھے آٹھ ارب روپے درکار تھے اور پاکستان پیپلز پارٹی کو اس حساب سے نو ارب روپے لگانے پڑتے۔ نواز شریف صاحب اتنے مالی وسائل مہیا کر تو سکتے تھے لیکن کوئی بھی واقف حال یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوگا کہ انہوں نے اس رقم کا عشر عشیر بھی خرچ کیا ہے اور بے نظیر بھٹو پر تو اس رقم کا ذکر سن کر ہی غشی طاری ہو جاتی --- سخت مکھی چوس قسم کی کنجوس خاتون ہیں --- سوال کیا جا سکتا ہے کہ قاضی صاحب کے پاس انتخابی مہم کے بلے گلے پر اڑانے کو پچاس ساٹھ کروڑ روپے کہاں سے آئے اور ظاہر ہے کہ جن "چھوٹی موٹی" رقوم کی بات کی جا رہی ہے وہ صرف مرکزی سطح کی انتخابی مہم کے مصارف کا تخمینہ ہے ورنہ امیدواروں کے ہاتھوں اٹھنے والے اخراجات کا تو اندازہ بھی ممکن نہیں۔

ہمارے دس پاس قاری کا خیال ہے کہ قاضی صاحب کو ہر صبح تکیے کے نیچے ہزار روپے کے نوٹوں کی گڈیوں کا بستر بچھا ہوا ملتا ہوگا ورنہ اس سوال پر تو خود منصورہ میں رہنے والے اکابرین جماعت میں سے نعیم صدیقی صاحب جیسے بزرگ چکرا کے رہ گئے۔ انہوں نے ہفت روزہ تکبیر کراچی میں لکھا کہ "اخراجات بے تحاشا ہیں' نمائش اور اسراف کے لئے دولت کا دریا بہہ رہا ہے' کچھ معلوم نہیں کہ آمدنی کہاں سے کتنی ہوتی ہے اور پھر کس کس طرح "نیکی کر دریا میں ڈال" کی کہاوت کے مطابق خرچ ہوتی ہے"۔

شتیں حاصل کرلی تھیں۔ چنانچہ اس وقت وہ لوگ جو انتخابی راستے سے اسلام لانا چاہتے تھے وہ بہت خوش ہوئے کہ ہم نے صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے۔ اس راستے سے کامیابی ممکن ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ الجزائر میں دوسرے راونڈ کا انتخاب ہی نہیں ہونے دیا گیا۔ نادیدہ ہاتھوں نے دینی قوتوں کو پس زنداں بھیج دیا اور الجزائر میں ایمرجنسی کا نفاذ ہو گیا۔ بنیاد پرستوں کا قتل عام کیا گیا انہیں ٹارچ سیلوں میں بھیجا گیا چونکہ انقلابی تربیت تھی نہیں لہٰذا وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گئے۔ چنانچہ مغرب کے اپنے بنائے ہوئے جمہوری اور آئینی طریقے سے کامیاب ہونے والے لوگ جو اسلام کو بطور نظام حیات نافذ کرنا چاہتے تھے یورپ اور اس کے گماشتوں کو قبول نہیں۔

پاکستان میں تو الجزائر والی صورت حال پیدا ہونے کے امکانات دور دور تک نہیں ہیں۔ اگر پاکستان میں دینی سیاسی عناصر متحد ہو جائیں اور کسی وقت وہ انتخابی عمل کے ذریعے کامیاب بھی ہو جائیں تو ان کا حشر وہی ہو گا جو الجزائر میں مسلمانوں کا ہوا ہے۔ لیکن اگر وہ انقلابی راستے سے آئیں گے تو وہ ان تمام قوتوں کو پہلے شکست فاش کر کے آئیں گے جو ان کے راستے میں حائل ہوں گی۔ ایران میں ہم دیکھتے ہیں کہ انقلابیوں کو حکومت بنانے سے کوئی نہیں روک سکا اور وہ انقلابی امریکہ جیسی قوت کے خلاف بھی ڈٹے رہے لہٰذا عہد حاضر میں اسلام کے نفاذ کے لئے انقلابی طریقہ ضروری ہو گیا ہے اس لئے کہ بین الاقوامی سطح پر اسلام سے ایک خوف ہے۔ لہٰذا امریکہ اور ان کے حواری قطعاً اسلام کو بطور نظام حیات قبول نہیں کرتے۔ جب ہم انقلاب کی بات کرتے ہیں تو ہمارے جمہوریت پسند اور اسلام پسند ہمیں دستور و قانون کا درس دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک جمہوری اور دستوری طریقہ موجود ہے جس کے ذریعے ہم نظام تبدیل کر سکتے ہیں لہٰذا ہم اس "سسٹم" کو توڑنا نہیں چاہتے اور نہ ہی ہمیں یہ دستور توڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر ہم کوئی اور راستہ اختیار کریں گے تو ہم کچل دیئے جائیں گے!۔ جب کہ ہم انہیں کہتے ہیں کہ احتجاج کی اجازت تو ہمارا دستور خود دیتا ہے۔ آج احتجاج کرنا ایک جمہوری حق سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام جمہوری معاشروں میں اس حق کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا پر امن احتجاج کی دستور اجازت دیتا ہے۔ ہم اپنے مطالبات احتجاج کے ذریعے منوا سکتے ہیں۔ بے نظیر صاحبہ نے لانگ مارچ کے ذریعے نواز شریف کو چلتا کیا ہے لوگوں نے احتجاج کے ذریعے ایوب خان کو بھگا دیا تھا۔ ایک بھرپور احتجاجی تحریک کے ذریعے بھٹو کا اقتدار ختم کر دیا گیا کیا یہ سب غیر جمہوری اور غیر دستوری ہتھکنڈے تھے؟ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی عناصر ہمارے موقف پر کان دھریں اور انقلابی سیاست کا طریقہ اختیار کریں۔ اگر دینی جماعتیں انقلابی راستہ اختیار نہیں کریں۔ تو وہ سو سال اور بھی انتخابات میں حصہ لیتی رہیں تو انہیں چند سیٹوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اس انقلاب کے لئے ظاہر ہے بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے اس انقلاب کا Process ہے کیا؟ پہلے اسے سمجھنا ہو گا۔ اس کے لوازمات کیا ہیں انقلابی جماعت کی خوبیاں کیا ہوتی ہیں پہلے ان تمام باتوں کا فہم ضروری ہے۔ ○○

قاضی نہیں ہارا' نصف صدی کی حکمت عملی ہاری ہے

نجیب صدیقی

الیکشن آیا اور گزر گیا جن لوگوں کو جیتنا تھا وہ جیت گئے' جن کے لئے ہار مقدر تھی وہ ہار گئے۔ جیتنے والے جشن منا رہے ہیں اور ہارنے والے اپنے زخم چاٹ رہے ہیں۔ اس الیکشن نے قومی دھارے کی سمت کو متعین کر دیا ہے۔ اب اس میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہی اور یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ قوم کا مجموعی مزاج خالص مادہ پرستانہ ہے۔ اس کی فکر' اس کی سوچ' اس کی سعی و جہد' اس کا محور و مرکز ذاتی مفادات ہیں۔

مسلم لیگ ہو' پیپلز پارٹی ہو یا ایم۔ کیو۔ ایم' نام الگ الگ ہیں مگر بنیادی فکر ایک ہے۔ قوم نے دینی جماعتوں کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔

جو لوگ اپنا دینی تشخص رکھتے تھے لیکن قوم کے مزاج کو سمجھ کر اس سطح پر آ گئے اور قوم کے ہر انداز کو اپنایا' انہیں اپنے اصولوں کی قربانی دینی پڑی' اپنی جماعت کے ممبران کی بڑی تعداد کی ناراضگی مول لینی پڑی' ہر وہ جتن کیا جس سے ووٹروں کے دل کو جیتا جا سکے' قوم سے اتنے وعدے کئے کہ قوم بھی ششدر رہ گئی اور ان تمام وعدوں کو الیکشن اسٹنٹ سمجھا' دھوکہ سمجھا' ووٹ حاصل کرنے کے لئے ان سب کو ایک فریب جانا۔

قومی مزاج تو اچھل کود ہے' راگ رنگ ہے' جگنی اور ہو جمالو ہے' بھنگڑا ہے' دھمال ہے' مزارات پر دعاء و درود ہے۔ یہ سب کرنے کے باوجود قوم نے کیوں مسترد کر دیا۔؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو اپنا جواب چاہتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں قوم بھی مفادات کے معاملہ میں بہت ہوشیار ہے۔ وہ جانتی ہے کہ جو لوگ اتنے وعدے کر رہے ہیں وہ فریب کے سوا کچھ نہیں دے سکتے۔ یہ ایک بہروپ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ وعدوں کا جال محض دھوکہ ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان ہزیمت میں بھی عبرت کا تولہ دو تولہ میسر نہیں آئے گا۔ ہارنے والا اپنی حکمت عملی پر از سر نو غور کرتا ہے' اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتا ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ہار نے حوصلہ مزید بلند کیا کہ آئندہ پانچ سال بعد قسمت آزمائیں گے اور ایک نئی ہار کا سہرا باندھیں گے۔

اس میں ایک عبرت کا پہلو اور بھی ہے۔ اس دینی جماعت کا سربراہ کراچی کے ایک ایسے حلقہ سے کھڑا ہوا تھا جس میں دینی مزاج کے لوگ کثرت سے آباد ہیں۔ پھر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا' ایم۔ کیو۔ ایم بائیکاٹ کے بعد راستے سے ہٹ گئی۔ یہ سیٹ ایم۔ کیو۔ ایم کی سو فیصد تھی۔ اب راستہ صاف تھا' اس دینی سربراہ کے حق میں اتنی پبلسٹی کی گئی جو کراچی کی تمام مجموعی سیٹوں کے مقابلہ میں کئی گنا تھی۔ اس کے پاس مخلص کارکنوں کی ایک بڑی کھیپ موجود تھی' پورے علاقے میں اس کی بڑی بڑی تصاویر آویزاں تھیں۔

فلمی دھنوں پر اس کے نغمے پورے علاقے میں گونجتے رہے' بڑے بڑے اشتہارات سے اخبارات بھرے پڑے تھے۔ تمام اخبارات اشتہاروں سے خوب خوب مستفید ہوئے۔ وعدوں کی فہرست روزانہ شائع ہوتی رہی۔ ہر روز نئے وعدے اخبارات کی زینت بنتے رہے۔ اس طرح اس کی جیت یقینی سمجھی جا رہی تھی لیکن وہ ہار گیا۔ اس کی ہار پوری پالیسی کی ہار ہے' اس کے طریقہ کار کی ہار ہے' اس جماعت کے بلنگ بانگ وعدوں کی ہار ہے۔ اس شارٹ کٹ کی ہار ہے جسے اپنایا گیا تھا۔ یہ معمولی ہار نہیں جسے سرسری طور پر نظر انداز کر دیا جائے' یہ نصف صدی کی حکمت عملی کی ہار ہے۔

آسمان سے گرے ہیں تو کھجور میں کیوں اٹکیں؟

انتخابات نے آپ کو چھوڑ دیا' آپ خود بھی اسے چھوڑ کر دیکھئے!

میم سین' کراچی

سینیٹر قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان نے بحیثیت صدر پاکستان اسلامی فرنٹ' پاکستان میں نئی قیادت پیدا کرنے کے دعوے کے ساتھ جس گھن گرج کی انتخابی مہم چلائی وہ قابل دید تھی۔ جماعت اسلامی کی گزشتہ نصف صدی کی سنجیدہ سیاست کو انہوں نے جس طرح تبدیل کیا اس سے تصوف میں رائج ایک اصطلاح ذہن میں آتی رہی۔ تزکیہ نفس کے ضمن میں ایک سالک کو جن طریقوں پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے ان میں ایک "صلوٰۃ معکوس" ہے۔ سالک کو سر کے بل ایک کنویں میں لٹکا دیا جاتا ہے اور اسی معلق حالت میں وہ اشاروں سے صلوٰۃ معکوس ادا کرتا ہے۔ قاضی صاحب نے پاکستان اسلامی فرنٹ کی صورت میں جماعت اسلامی کو صلوٰۃ معکوس والے عمل میں لگا دیا۔

کہاں جماعت اسلامی کی وہ بلندی کہ عوام کا سیلاب مسلم قومیت پر مبنی ریاست کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کے برعکس جماعت اسلامی اس سیلاب کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حکومت الٰہیہ کا نعرہ بلند کر رہی ہے اور کہاں اسلامی فرنٹ کا یہ حال کہ عوام کی رضا حاصل کرنے کے لئے ناچتا گاتا اچھلتا کودتا اسلام پیش کیا گیا۔ ان سے ٹی وی پروگرام "الیکشن آور" میں بجا طور پر دریافت کیا گیا تھا کہ فرنٹ نے کیا بائیں بازو کے سارے سلوگن نہیں اپنا لئے؟ لیکن قاضی صاحب اس سوال سے بڑی پرکاری کے ساتھ دامن بچا گئے۔ جس انداز میں انہوں نے ٹی وی کے اس پروگرام میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد' ملک میں موجود طبقات کو خطاب کیا' اس سے بھٹو مرحوم کی تقاریر کے ابتدائی الفاظ یاد آ گئے۔ بھٹو مرحوم اور قاضی صاحب کے طرز تخاطب میں فرق صرف یہ تھا کہ بھٹو مرحوم کا طرز بے ساختہ' بے باک اور بالواسطہ ہوتا تھا جبکہ قاضی صاحب کا انداز مصلحت آمیز اور بلاواسطہ تھا۔

قاضی صاحب کو معاشرے میں جاری ظلم کی طرف نشان دہی کرنے کا مشورہ جس نے بھی دیا تھا بہت تاخیر سے دیا۔ اس نے یہ کام ان کی جماعت اسلامی کی امارت کے آغاز میں دیا ہوتا تو آج ان پر یہ الزام نہ آتا کہ یہ سارے احتجاج اور سارے شکوے ہنگامی طور پر محض لوگوں کے ووٹ کے حصول کے لئے کئے گئے ہیں اور یہ الزام لگانے والے بظاہر حق پر اس لئے نظر آتے رہے کہ پاسبان کے اسٹیج سے جس کے قاضی صاحب سرپرست اعلیٰ ہیں' ڈرامے' خاکے' ٹیبلو' وغیرہ پیش کئے گئے حتیٰ کہ فلمی گلوکاراؤں کے قومی نغمے بھی لوگوں کو سنائے جاتے رہے۔ پاسبان کے نوجوان بھنگڑا بھی ڈالتے اور وہ بھی قاضی صاحب جیسے متشرع بزرگ کی عقیدت میں اور انہی کے روبرو۔ خود قاضی صاحب کا حال یہ تھا کہ خواتین ووٹروں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے کتمان حق سے بھی گریز نہیں کیا۔ خواتین کے سلسلے میں ٹی وی پروگرام الیکشن آور میں کئے گئے سوال کے جواب سے ظاہر ہے کہ انہوں نے مداہنت سے بھی کام لیا اور مغالطہ آمیزی سے بھی۔

علاوہ ازیں' اس اسلامی بت پرستی کا تو جواب ہی نہیں جو پورے ملک میں ہاتھ سے بنائی گئی قاضی صاحب (امیر جماعت اسلامی) کی قد آدم تصاویر کی صورت میں نظر آئی۔ مجھے اسلامی بت پرستی کی اصطلاح اس لئے استعمال کرنی پڑی کہ ابھی کچھ زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے کہ جماعت اسلامی کے وابستگان ایک لسانی تنظیم کے قائد کی ایسی تصاویر پر بت پرستی کا فتویٰ دیتے نہ تھکتے تھے۔

قاضی صاحب نے اپنے ٹی.وی پروگرام میں یہ بھی فرمایا کہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ ایوان صدر اور پرائم منسٹر ہاؤس کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیں گے تاکہ آئندہ نسل اپنے ماضی کے حکمرانوں کی عیاشیوں سے باخبر رہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس عجائب گھر میں وہ اپنی اس قیمتی جیپ کو بھی ضرور کھڑی کریں گے جس پر انہوں نے کاروان دعوت و محبت کی بحیثیت امیر جماعت اسلامی قیادت کی تھی اور اسلامی فرنٹ کے حالیہ اشتہارات اور ان پر خرچ کی گئی رقوم کو بھی ضرور درج کریں گے اور اس عجائب گھر کی زینت بنائیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ انہیں نئی قیادت کو جو اسلامی نظام کے قیام کی داعی ہے' "نیا اسلام" بروزن "نیا پاکستان" پیش کرنے کی کتنی قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ قانون قدرت یہی ہے کہ قول و فعل میں اتنا کھلا تضاد رکھنے والوں کو کامیابی نصیب نہیں ہوتی لہٰذا اسلامی فرنٹ کا برسراقتدار آنا ایک امید موہوم ہی ثابت ہوئی۔ اگر یہ کامیاب ہو بھی جاتا تو حقیقی اسلام آنے تک ہمارے زخم تو نہیں بھریں گے البتہ اسلام کا اللہ ہی حافظ ہے اور دین پسند عناصر کو جن نئے زخموں سے دوچار ہونا پڑے گا' وہ الگ۔

اسلامی فرنٹ نے پورے ملک میں قومی اسمبلی کے لئے ایک سو تین امیدوار کھڑے کئے تھے جبکہ سادہ اکثریت کے حصول کے لئے بھی کم از کم ایک سو چار چاہئیں اور دستور میں ترمیم کے لئے تو دو تہائی اکثریت درکار ہے جس کے حصول کی منزل کہیں نظر ہی نہیں آتی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ قومی اسمبلی میں پہنچ کر دوسرے دینی عناصر کے اتحاد سے اکثریت حاصل کر لی جائے گی۔ سوال یہ تھا کہ جب انتخابات کے موقع پر اتحاد نہ ہو سکا جس کی شدید ضرورت تھی تو اسمبلی کے اندر کیسے اتحاد وجود میں آئے گا۔ لیکن جواب کے آنے سے پہلے پہلے سوال ہی باقی نہ رہا۔

قاضی صاحب سے ہماری نہایت مودبانہ گزارش ہے کہ بندہ پرور! تخیلات کی دنیا سے باہر آیئے۔ اسلامی نظام کے قیام کی منزل انتخابات کے ذریعہ سر نہیں ہو سکتی۔ اسلامی فرنٹ کے نووارد اور پاسبان کے جیالے چند سیٹوں میں اضافے کا سبب بن بھی جاتے تب بھی یہ وہ فدائین نہیں اور نہ اسلامی فرنٹ وہ منظم قوت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے انقلابی پہلو پر چلنے کی تاب رکھتی ہو۔ اس کے لئے تو بڑی حد تک جماعت اسلامی ہی کا پلیٹ فارم موزوں اور جماعت کے مخلص اور تربیت یافتہ کارکنان ہی مناسب ہیں۔ بس اللہ کی نصرت پر توکل اور ذرا حوصلہ کی ضرورت ہے۔ انتخابات کے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

کہیں آپ بھول نہ جائیں!

انتخابی مہم کے دوران اخبارات کی چیختی چلاتی سرخیاں نہ جانے کیا کچھ کہتی رہیں۔ ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں اور اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ہمارے سیاسی لیڈر کہہ مکرنیوں کے عادی ہیں اور عوام کی یادداشت خاصی کمزور ہے۔ تاہم ہمارے ساتھی جناب نجیب صدیقی کی خواہش ہے کہ چند سرخیاں "ندائے خلافت" میں ضرور محفوظ کرلی جائیں جن کا ہفت رنگ گلدستہ انہوں نے خود تیار کیا ہے۔ (ادارہ)

- نواز شریف کی اکثریت کا بھرم پنجاب میں کھل جائے گا۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- پیپلزپارٹی مرتضیٰ بھٹو کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔
  ———— نصرت بھٹو
- پنجاب سرحد کے بعد سندھ سے بے نظیر کی چھٹی ہو جائے گی۔
  ———— نواز شریف
- حکومت بناؤں گی، عوام لٹیروں کو مسترد کر دیں گے۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- پیپلزپارٹی نے سازش کے تحت قاضی حسین احمد کو نواز شریف کے خلاف کھڑا کیا ہے۔
  ———— ولی خان
- برسراقتدار آکر چاروں گورنر ہاؤس خواتین یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دینگے۔
  ———— قاضی حسین احمد
- بے نظیر نے شوہر کو وزیر بنانے کے لئے صدر اسحاق کے پاؤں پکڑے تھے۔
  ———— نواز شریف
- عوام ووٹ کی طاقت سے کاغذی شیروں کو بھگادیں
  ———— بے نظیر بھٹو
- بے نظیر کو لاڑکانہ میں شکست دیں گے۔
  ———— نواز شریف
- چوروں لٹیروں اور عوامی حقوق غصب کرنے والوں کے دن پورے ہو چکے ہیں۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- ہمارے کندھوں پر بیٹھ کر اب کوئی حکومت نہیں بنائے گا۔
  ———— قاضی حسین احمد
- فتح ہمارا مقدر ہے، پیپلزپارٹی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔
  ———— نواز شریف
- نواز شریف پیپلزپارٹی کی کامیابی سے خوف زدہ ہیں۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- عوام قیادت کی تبدیلی کا فیصلہ دے چکے ہیں۔
  ———— فضل الرحمٰن
- مسلم لیگ کو ۹۰ پیپلزپارٹی کو ۷۰ نشستیں ملیں گی۔
  ———— مرزا اسلم بیگ
- پیپلزپارٹی ثمردار نہیں، دیمک زدہ درخت ہے۔
  ———— نواز شریف
- نواز شریف کا مشن سندھ کی تباہی، لسانی فرقہ بندی اور خون خرابے کا ہے۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- حکومت سنبھالنا خواتین کا کام نہیں۔
  ———— مولانا عبدالستار نیازی
- پیپلزپارٹی اور نواز شریف مارشل لاء کی پیداوار ہیں۔
  ———— قاضی حسین احمد
- تجوریاں بھرنے والوں کے خلاف ہیں اگلی مرتبہ الیکشن لڑیں گے۔
  ———— اصغر خان
- پیپلزپارٹی اور اسلامک فرنٹ مل کر ملک کو توڑنا چاہتے ہیں۔
  ———— نواز شریف
- ۶/ اکتوبر کو ملکی دولت لوٹنے والوں سے انتقام لیا جائے گا۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- سرمایہ داری اور جاگیرداری سے نجات کے لئے نواز شریف کو شکست دی جائے۔
  ———— قاضی حسین احمد
- مرتضیٰ بھٹو ہار گئے تو میرے لئے خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔
  ———— نصرت بھٹو
- عوام الناس کے نام پر ووٹ مانگنے والوں سے ہوشیار رہیں۔
  ———— نواز شریف
- نواز شریف دولت کے بل پر سندھ کے حالات خراب کر رہے ہیں۔
  ———— بے نظیر بھٹو
- بے نظیر کو مفاد پرستوں کے گھیرے سے نکالنا میرا فرض ہے۔
  ———— مرتضیٰ بھٹو
- پیپلزپارٹی نے کبھی اتحادیوں سے وفا نہیں کی۔
  ———— قربان علی شاہ
- صرف تین خاندانوں نے قوم کے ۱۳۰ ارب روپے لوٹے۔
  ———— قاضی حسین احمد

■ ملک کے دو ٹکڑے کرنے والے کی بیٹی کو قوم اپنی قسمت کا مالک نہیں بنائے گی۔

نواز شریف ————

■ نواز شریف نوشتہ دیوار پڑھ لیں' عوام نے ہمارے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔

بے نظیر بھٹو ————

■ عوام فیصلہ کریں کہ بہتر تبدیلی چاہتے ہیں کہ نہیں۔

جان محمد عباسی ————

■ پاکستان میں سیاسی فضاء مکدر ہوتی جا رہی ہے۔ انتخابات کے التوا کا شبہ ہے۔

وائس اف امریکہ ————

■ نواز شریف ہٹ جائیں' پیپلز پارٹی کا مقابلہ ہم کر سکتے ہیں۔

قاضی حسین احمد ————

■ ساری عمر نفاق کی سیاست کرنے والا بھٹو خاندان اب خود نفاق کا شکار ہے۔

نواز شریف ————

■ نواز شریف نے اپنے منظور نظر افراد میں زمین تقسیم کی۔

خورشید شاہ ————

■ کوئی طاقت مسلم لیگ کو اقتدار میں آنے سے نہیں روک سکتی۔

صبغت اللہ راشدی ————

■ تیروں تلواروں اور شیروں کا دور ختم ہو گیا۔

قاضی حسین احمد ————

■ ہم نے جو لوٹے اٹھا کر باہر پھینکے بے نظیر نے سارے اپنی پارٹی میں جمع کر لئے۔

نواز شریف ————

■ سندھ کو ختم کرنے کا خواب دیکھنے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

بے نظیر بھٹو ————

■ عوام اس بار بھی سبز باغ دکھانے والوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔

فضل الرحمن ————

■ بے نظیر سب سے بڑی بد دیانت سیاست دان ہے۔

نواز شریف ————

■ نواز شریف کو بچانے والا اب کوئی بابا نہیں رہا۔

بے نظیر بھٹو ————

■ روٹی کپڑا مکان کا نعرہ لگانے والے روٹی خود کھا گئے' چادر بیچ دی۔ اور مکانوں کے ٹکڑے کر دیئے۔

نواز شریف ————

■ مرتضیٰ ہی شہید بھٹو کے اصل وارث ہیں۔

نصرت بھٹو ————

■ ایٹم بم بنائیں گے' کشمیر آزاد کرائیں گے۔

اسلامی فرنٹ ————

■ جو لوگ ابھی تک شلوار کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر یا نیچے کی بحث میں الجھے ہوں وہ قوم کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔

نواز شریف ————

■ وزیر اعظم کے لئے خرید اگیا طیارہ فروخت کر کے تین ہزار اسکول قائم کریں گے۔

قاضی حسین احمد ————

■ سندھ کو ناجائز قابضین سے چھڑانے آیا ہوں۔

نواز شریف ————

بقیہ آسمان سے گرے......

ذریعے نے اگرچہ آپ کو چھوڑ دیا ہے تاہم ایک بار تھوڑے ہی عرصے کے لئے ہی سہی خود بھی انتخابات کے راستہ کو چھوڑ کر انقلابی جدوجہد کا آغاز کر دیکھئے۔ جماعت اسلامی کے برصغیر کی تقسیم سے قبل کے طریقہ کار کی طرف مراجعت فرمایئے۔ اس "رجعت پسندی" سے نہ صرف آپ کی دنیا و آخرت سنوریں گے بلکہ قوم کے ساتھ ستم ظریفی کا یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا پھر ظلم کے خاتمے کا سلوگن تو جچتا ہی جماعت اسلامی کے سر پہ ہے فی الحال تو خود آپ اس ظلم سے باز آ جایئے جو اسلامی فرنٹ کے پلیٹ فارم سے دین اور دین پسندوں پر فرمایا گیا۔ OO

پہلے بھی اپنی کون سی تھی ایسی آبرو

پر شب کی منتوں نے تو کھو دی رہی سہی

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور پھر آ سکتا ہے

اسے لانے میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی فکر کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسترد کر کے خلافت کا علم کسی اور قوم کے ہاتھ میں تھما دے۔

کوپن برائے سالانہ ر ششماہی ر سہ ماہی خریداری

میں ہفت روزہ "ندائے خلافت" کا سالانہ ر ششماہی ر سہ ماہی خریدار بننا چاہتا ہوں ر چاہتی ہوں۔ براہ مہربانی درج ذیل پتہ پر پرچہ جاری کر دیجئے۔ زر تعاون کی رقم مبلغ -------- روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔

نام ....

پتہ ....

نوٹ: (رقم ہفت روزہ "ندائے خلافت" ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کی جائے)

آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

محمد سمیع

اس سے تو بہتر کارکردگی ایم کیو ایم کی تھی

تنظیم اسلامی کے ایک بزرگ شیخ جمیل الرحمن صاحب نے جو بھولا والے ہونے کے ساتھ ساتھ بھولے بھالے بھی ہیں' شاید اتنے ہی بھولے بھالے جتنے خود جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد صاحب ہیں' نعیم صدیقی صاحب کے کسی پر درد کالم کو اپنا درد سمجھتے ہوئے اظہار ہمدردی کیا تو نعیم صدیقی صاحب اسے شماتت ہمسایہ سمجھ کر بگڑ بیٹھے اور جواب میں ڈانٹ پلائی کہ وہ ورد اور ہے اور یہ ورد اور-!- ان دونوں بزرگوں کی نوک جھونک پر مجھ جیسا طفل مکتب کیا عرض کر سکتا ہے جس کی جھولی میں جماعت اسلامی کا کوئی تجربہ ہے اور نہ ہی علم کی گہرائی و گیرائی لیکن "عوامی اسلام" کے موضوع پر محترم نعیم صدیقی صاحب کے کالم کو پڑھنے کے بعد حوصلہ ہوا ہے کہ ان کے سامنے چند گزارشات پیش کروں۔ بزرگوں کی ڈانٹ کو میں اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ڈانٹ میں تو وہ لطف آتا ہے جو کبھی بچپن میں اپنے اساتذہ کی ڈانٹ سن کر آتا تھا۔ نعیم صدیقی صاحب تو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بھی بڑے ہیں۔ ان کی ڈانٹ بھی میرے لئے سرمایہ افتخار ہو گی۔

محترم نعیم صدیقی صاحب--! آپ کی بات سے اختلاف کرنے کی جراءت کون کر سکتا ہے۔؟ بے شک ہمارا درد اور ہے اور آپ کا درد اور۔ ہمارے دل میں تو درد کی یہ ٹیسیں مستقل اٹھتی رہتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ع دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں' اس کا اظہار تو فطری امر ہے۔ اگر یہ ریکارڈ کی سوئی بن کر آپ کے ذہن میں چبھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری آہ و فغاں "فغان درویش-!" نہیں بن رہی بلکہ اثر تو دکھا رہی ہے لیکن ذرا غلط قسم کا۔ اس کی خلش تو دل میں محسوس ہونی چاہئے۔ البتہ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہمیں اس درد میں لطف محسوس ہوتا ہے جو "مروڑ" بن کر جماعت کے اکابرین کے پیٹوں میں اٹھتا ہے لیکن چونکہ یہ درد وقتی ہوتا ہے لہٰذا نظریاتی "اختلاف" اور کبھی "فکاہی کالموں" کے چورن سے ہی کام چل جاتا ہے اور ان کے ریکارڈ پر وہی ایک نغمہ ابھرتا ہے کہ ع صبح ضرور آئے گی صبح کا انتظار کر۔

یہ نغمہ پسند تو ہمیں بھی ہے لیکن ہم اس صبح کا [illegible]

کے مطلع پر کر رہے ہیں اور آپ "انتخاب" کے آسمان پر۔ آپ نے جماعت اسلامی کے دعوتی اور انتخابی فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔ دعوت کا رنگ خود جماعت کے ارکان پر کتنا چڑھا ہے' اس کا مشاہدہ سبھی کر رہے ہیں۔ جب وہ خود اپنے آپ پر رنگ نہ چڑھا سکے جیسا کہ چڑھانا چاہئے تو معاشرے پر کتنا اثر ڈال سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اظہر من الشمس ہے البتہ ایک موٹی سی مثال بلدیہ عظمیٰ کراچی پر جماعت اسلامی کے آٹھ سالہ دور اقتدار سے دی جا سکتی ہے۔ شاید کہ یہ مثال آپ کے لئے تفکر کی راہیں کھول دے۔

"پل بنا' چاہ بنا' مسجد و تالاب بنا" کے مصداق جماعت اسلامی نے بلدیاتی ترقی کے کارنامے تو بہت انجام دیئے البتہ بلدیہ کے کارکنوں کی زندگیوں پر کوئی اثر نہ ڈال سکی جو کہ اس جماعت کے کرنے کا اصل کام تھا۔ وہی رشوت ستانی' اقرباپروری اور دوسرے اخلاقی رذائل جو پہلے تھے آج بھی موجود ہیں گویا کہ ع وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔ البتہ بلدیاتی ترقی کے آپ کے آٹھ سالہ دور کے تمام ریکارڈ ایم کیو ایم نے چار سال ہی میں توڑ کر رکھ دیئے۔ یہ تو ہر سیکولر نظام میں بھی مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

انتخابی راستے میں جماعت اسلامی کے انفرادی اصولوں کو آپ نے گنوایا ہے۔ ان تمام اصولوں کا جنازہ قاضی حسین احمد صاحب کے ہاتھوں جس شان سے اٹھ رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور "عوامی اسلام" کے قیام کے محور کے گرد گھوم رہا ہے۔ پھر اس جذبے کو آپ اپنے سینے میں چھپانے پر قادر نہیں ہیں بلکہ اسے بڑی آن بان اور شان سے عوامی طرز پر ظاہر فرما رہے ہیں۔ ہم بھولے بھالے لوگ اسے بھی "مروڑ" ہی تصور کرنے پر مجبور ہیں کہ آپ کے گھر کا معاملہ ہے۔ دراصل مجبور ہم دونوں ہی ہیں۔ ہم جس اصول کو صحیح سمجھتے ہیں' اس کا برملا اظہار کرتے ہیں اور آپ جو غلطی کر چکے ہیں اور جس کی درستگی کے لئے Compensating Errors کرتے چلے جا رہے ہیں' کبھی پاسبان اور کبھی اسلامی فرنٹ کی صورت میں' اس پر آپ کو متوجہ کرتے چلے جانے کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

بات طویل ہو گئی۔ اس تحریر کو میں ایک شعر پر ختم کر رہا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

گذشتہ دنوں کیسابلانکا کے ساحل پر نئی تعمیر ہونے والی شاہ حسن دوم کے نام سے موسوم عالی شان مسجد کے افتتاح کے بعد مراکشی مسلمان اپنے آپ کو "ترقی یافتہ" کہلانے میں حق بجانب ہیں۔

پچاس کروڑ ڈالر کے خرچ سے سات سال میں پایہ تکمیل کو پہنچنے والی یہ مسجد فن تعمیر اور ٹیکنالوجی کا ایک شاہکار ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں نصب لاؤڈ سپیکر' جا بجا وڈیوز اور روشنی کا نظام' سب کمپیوٹر کے ساتھ منسلک ہے۔ بائیس میل طویل نارنجی شعاع کی ایک فضائی لکیر قبلہ کے رخ کا تعین کرتی ہے۔ مسجد حرم سے دوسرے نمبر پر یہ دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے جہاں بیک وقت ایک لاکھ مسلمان نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اس کا ساڑھے چھ سو فٹ بلند مینار دنیا بھر میں پہلے نمبر پر ہے۔

مسجد کے اس منصوبے کو ہر لحاظ سے جدید تر بنانے کے لئے شاہ حسن دوم کا یہ کارنامہ غیر معمولی طور پر قابل ذکر ہے کہ انہوں نے اس کے افتتاح کے موقع پر مراکش کی نامور شاعرہ امینہ مرنی کو مسجد کے اندر آکر لوگوں کو اپنے کلام سے نوازنے کی دعوت دی۔ شاہ حسن کا کہنا ہے کہ مسجد میں جسے اب تک صرف مردوں کی عبادت کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے' ایک خاتون کو مدعو کرنے کا مقصد صرف مراکشی عورتوں کو ہی نہیں بلکہ عالم عرب کی تمام خواتین کو مردوں کے "شانہ بشانہ" لا کھڑا کرنا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تراشے

خدمت خلق کے یہ قابل تقلید انداز

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

انہتر سالہ رابرٹ مکالے نے ۱۹۸۲ء میں امریکی ریاست کنکٹی کٹ کے شہر نیو کنعان میں 'امری کیئرز' کے نام سے ایک بین الاقوامی فلاحی ادارہ قائم کیا جو اب تک خوراک اور دوائیوں کی شکل میں چھ سو اسی ملین ڈالر کی امداد سابق یوگوسلاویہ' ایتھوپیا اور پولینڈ جیسے ممالک کے متاثرہ علاقوں میں بھجوا چکا ہے۔ 'نیوز ویک' (ستمبر ۲۰) میں ان کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جو اس لحاظ سے دلچسپی کا باعث ہے کہ موجودہ دور میں فلاحی کاموں کی تحریک کیسی ہوتی ہے اور اس طرح کے کاموں کے لئے موثر لائحہ عمل کیا ہے۔

☆ ۔ س: امری کیئرز کیسے یہ طے کرتا ہے کہ کسی خاص جگہ خوراک اور دوائیاں وغیرہ بھجوائی جائیں؟

○ ج: ہمارے ہاں دس' دس اور دس کا ایک فارمولا ہے جو سارا کمپیوٹر پر چڑھا ہوا ہے۔ پہلا دس ضرورت کا تعین کرتا ہے۔ ایک تا دس کے پیمانے میں دس کا درجہ اہمیت کے لحاظ سے سب سے اوپر ہے۔ آجکل صومالیہ اور سوڈان نو پر ہیں' موزنبیق ساڑھے آٹھ پر۔ اس لئے ہم انہیں چھوڑ کر فرانس کے جنوب یا برطانیہ کی جانب رخ نہیں کرتے۔

فارمولے کا دوسرا حصہ لاگت سے متعلق ہے۔ سب سے کم لاگت والی جگہ دس پر ہوگی۔ ہم نے چند سال قبل کچھ سامان یوگنڈا بھیجا جہاں پر خانہ جنگیوں کے سبب اس پر گیارہ ہزار ڈالر خرچ ہوئے۔ اگر وہی سامان ہیٹی بھجوائیں تو چار ہزار ڈالر خرچ ہوں گے اور "ریو" جیسی جگہ کے لئے کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا کیونکہ وہاں باربرداری مفت میں ہو جاتی ہے۔ جن علاقوں میں امن و امان کی صورت حال خراب ہے وہ ایک' دو نمبر پر آتے ہیں۔ اسی طرح کوئی ادارہ باربرداری کے اخراجات اپنے ذمہ لے لے تو وہ جگہ دس پر آسکتی ہے۔

تیسرا عنصر جو سب سے اہم ہے' وہ بااعتماد تقسیم کاری کا ہے۔ اگر مقامی طور پر قابل اعتماد بندوبست نہ ہو تو سامان کے ساتھ تقسیم کے لئے آدمی بھی ہمیں بھیجنے پڑتے ہیں۔ یہ سارے پہلو مدنظر رکھ کر ہم کمپیوٹر کے ذریعے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اس وقت ہم ایسی جگہوں پر توجہ دے رہے ہیں جو چوبیس اور چھبیس کے درمیانی نشان پر ہیں۔

☆ ۔ س: مشرق وسطیٰ میں آپ کس قسم کی امداد بھجوا رہے ہیں؟

○ ج: تیرہ یا چودہ ستمبر ۹۳ء کو جو سامان ہم بھیج رہے ہیں اس میں زیادہ تر انٹی بائیوٹکس' پٹیاں اور چھوٹے بچوں کے لئے اشیاء شامل ہیں۔ ہمارے نزدیک ایک یہودی اور فلسطینی میں کوئی فرق نہیں' سب انسان ہیں۔ ہمارا کام سیاسی جھگڑوں میں پڑنا نہیں۔ ہمارے لئے سب برابر ہیں۔

☆ ۔ س: امری کیئرز کے پاس نوکر شاہی سے نپٹنے کا کون سا طریقہ ہے کہ جہاں دوسرے اس طرح کے ادارے نہیں پہنچ پاتے' آپ پہنچ جاتے ہیں؟

○ ج: ہم بہت ساری رسمی کارروائیاں نظر انداز کر دیتے ہیں البتہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔ آپ ایک دفعہ ارادہ کر لیں اور پھر اس کے مطابق چل پڑیں۔ یہی طریقہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ۱۹۸۸ء میں آرمینیا میں زلزلے کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے موقعہ پر ہم اپنی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ سب سے پہلے ہم وہاں پہنچے تھے۔ ہم نے اس کا سنتے ہی جہاز حاصل کئے اور سامان لاد کر روانہ کر دیئے حالانکہ روس کی فضائی حدود میں داخلہ کے لئے ہمارے پاس کوئی اجازت نامہ موجود نہ تھا۔ زغرب سے پائلٹ نے مجھے فون کیا اور اجازت نامے کا پوچھا تو میں نے اسے جواب دیا کہ تم سفر جاری رکھو' اجازت نامہ مل جائے گا۔ روس کی فضائی حدود میں داخلے سے صرف پانچ منٹ قبل ہم اجازت نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور یوں یہ مرحلہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔

☆ ۔ س: سابق یوگوسلاویہ میں آپ کی امدادی سرگرمیوں کی نوعیت کیا ہے؟

○ ۔ ج: ہم ہوائی جہازوں کے ذریعے سامان لے کر کوئی اکیس مرتبہ وہاں گئے ہیں اور سمندری اور ہوائی راستوں سے سامان بھیجنے کا یہ سلسلہ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں پر ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ سڑکوں کے کنارے پڑے مر رہے ہیں تو ہم یہ نہیں پوچھتے کہ تم کمیونسٹ ہو' سرب ہو یا مسلمان ہو؟ اگر ہم ایک انسان کی جان بچانے میں مدد کر سکتے ہیں تو بلا تامل یہ کام کر گزرتے ہیں۔ آپ نے غالباً ایک بچے کی تصویر دیکھی ہوگی جو بری طرح زخمی تھا۔ یہ سیاد بکرک تھا جس کی بینائی ضائع ہو گئی تھی اور آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ہم نے یہاں سوموار کی صبح خبروں میں اس بچے کو دیکھا اور اسے لانے کا فیصلہ کر لیا۔ لہٰذا اسی ہفتے جمعہ کی شام کو ہم اسے لاکر لاس انجلس کے آنکھوں کے ایک اسپتال میں داخل کرانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ تاہم اس کے لئے ہمیں قواعد و ضوابط کی بے شمار خلاف ورزیاں کرنا پڑیں۔

☆ ۔ س: یوگوسلاویہ جیسے خطے میں سامان اور کارکن بھیجنے کے لئے آپ خطرات کا مقابلہ کس طرح کرتے ہیں؟

○ ۔ ج: بعض اوقات یہ بتانا مشکل ہوتا ہے کہ کس جگہ کتنا خطرہ ہے۔ ہمارے پاس خاصا سامان تیار رکھا تھا جو ہم ترلا بھجوانا چاہتے تھے جہاں چند ہفتوں سے شدید لڑائی ہو رہی تھی لیکن اقوام متحدہ نے اس کا راستہ روک دیا۔ ہمیں صرف وہاں کی حکومت سے ہی لڑائی نہیں لینا پڑتی بلکہ افسوس کی بات یہ ہے کہ خود یہاں کی اپنی حکومت اور یو ایس ایڈ سے بھی لڑنا پڑتا ہے۔ بہرحال ہم اپنی حد تک خطرے کا اندازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں خطرے کا تناسب ساٹھ فیصدی سے تجاوز کر رہا ہو وہاں ہمیں مجبوراً ہاتھ روکنا پڑتا ہے۔

☆ ۔ س: آپ ایک انہتر سالہ دولت مند شخص ہیں' آپ کا جی نہیں چاہتا کہ اپنی بقیہ زندگی آرام سے گاف وغیرہ کھیل کر بسر کریں؟

○ ۔ ج: میں مہاجرین کے کیمپوں میں جاکر جب فاقہ زدہ بچوں کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے میرے اپنے بچے آجاتے ہیں جو خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ میری گھریلو زندگی نہایت خوشگوار ہے۔ یہ سب کچھ مجھے اس لئے نہیں ملا کہ میں گاف کھیل کر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں بلکہ میرا فرض ہے کہ اس میں سے دوسروں کے لئے بھی کچھ نہ کچھ کروں۔ ○○

بقیہ: لاہور کی ریلی

ہاؤس کے عقب سے ہو کر ڈیوس روڈ پر مسلم لیگ کے تاریخی دفتر کے سامنے سے گزر کر روزنامہ جنگ کے سامنے ہمارا دوسرا پڑاؤ تھا۔ وہاں میاں محمد افضل کی تقریر دلپزیر تھی۔ جس کو گویا کسی کی نظر کھا گئی۔ پولیس تو حفاظتی انتظامات کے لئے ہمارے ساتھ شروع ہی سے تھی لیکن یہاں سپیکروں کو بند کروا دیا گیا۔ گویا سپیکر پر مبشر صاحب کے اعلانات کے بعد میاں افضل کی تقریر ہوئی اور بعد ازاں تا حکم ثانی سپیکر بند۔ "مرتے کیا نہ کرتے" پولیس کی ماننا پڑی ورنہ بے سود سر پھٹول ہو جاتا۔ ہمارے پاس سپیکر کے استعمال کی سرکاری اجازت بھی نہ تھی۔ اس کے بعد "خاموش مارچ" کے ساتھ بزبان حال احتجاج کرتے چوک شملہ پہاڑی پہنچے اور نماز عصر کی ادائیگی کے لئے شملہ پہاڑی کی مسجد میں داخل ہوئے۔

قافلہ تحریک خلافت اور رفقاء تنظیم اپنے امیر کے فیصلے پر لبیک کہتے ہوئے جیسے حکم ملتا تھا ویسے ہی کرتے تھے۔ کہا گیا کہ سپیکر بند کردیں' تو فوراً بند۔ حکم ملتا چل پڑیں تو چل پڑتے۔ ایک مثالی فوجی نظم وضبط تھا جو واقعتاً مطلوب بھی ہے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد فیاض صاحب کے اعلان میگا فون پر جاری رہے اور ایبٹ روڈ سے ہوتا ہوا یہ قافلہ اسی میگا فون پر متواتر اعلان جاری رکھتے ہوئے لکشمی چوک میں چوتھے پڑاؤ پر رکا جہاں جناب اشرف وصی نے دلیرانہ خطاب فرمایا۔ لٹریچر کی تقسیم پر بھی رفقاء اپنی ذمہ داری باحسن وجوہ نبھا رہے تھے۔ پھر لنک میکلوڈ روڈ سے ہو کر چوک میو ہسپتال پانچویں پڑاؤ پر جناب نعیم اختر عدنان نے خطاب فرمایا۔

لوہاری سے ہو کر سرکلر روڈ پر یہ قافلہ عوام کی توجہ اور داد حاصل کرتا ہوا اور معلومات بہم پہنچاتا ہوا شاہ عالمی چوک کے راستہ سے موچی گیٹ کے تاریخی باغ میں پہنچ کر اختتام پزیر ہوا اور جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے اپنے مخصوص عوامی انداز میں عوام کو بتایا کہ وہ نظام خلافت جو ہم لانا چاہتے ہیں' کیا ہے۔ اس کے بعد جنرل انصاری صاحب نے دعا کی۔ مغرب کا وقت سر پر تھا لیکن رفقاء بغیر اذن کے منتشر نہیں ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ فیاض حکیم صاحب کا حکم ہوا کہ اب آپ گھروں کو جاسکتے ہیں' جس پر تمام رفقاء اپنے اپنے گھروں کو سدھارے۔

اخبارات میں ریلی کو کوریج کے لئے خصوصی رابطہ کمیٹی برائے پریس تشکیل دی گئی تھی جس کے لئے ناظم نشرواشاعت حبیب الرحمٰن صاحب' فیاض اختر میاں اور نفیس احمد شیخ نے بہت محنت کی۔ اخبارات کے ایڈیٹروں سے ملاقات کی' انہیں اپنے موقف سے آگاہ کیا اور گزارش کی کہ وہ خلافت کا پیغام عام کرنے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ الحمد للہ اس ضمن میں کسی قدر کامیابی ہوئی۔ ان شاء اللہ آئندہ اس سے بڑھ کر محنت کی جائے گی۔○○

بقیہ: تجزیہ

سیاسی مسائل کا سیاسی حل بھی نکل سکے گا۔

یہ الیکشن اس لحاظ سے اچھا ہے کہ صرف دو بڑی سیاسی قوتیں سامنے آئی ہیں اور وہ افہام و تفہیم کے ذریعہ ملک کو اور اپنے آپ کو بچانے کے لئے کام کر سکیں گی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو یہ الیکشن بھی ضائع ہونگے اور ملک ایک نئے بحران کے بعد ایک اور نئے الیکشن سے دوچار ہو گا۔

بقیہ: پریس ریلیز

نمک چھڑکنے کی قطعاً کوئی خواہش نہیں رکھتے لیکن ان کی قیادتوں سے مودبانہ گزارش ضرور کریں گے کہ خدارا اب بھی یہ سوچنے کے لئے جمع ہوں کہ مسلمانان پاکستان کو سیکولرزم کے راستے پر جانے سے کیسے روکا جائے اور ملک خداداد میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی عملاً نافذ کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے کیونکہ زبانی دعووں کے برعکس اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اپنی مرضی اور اپنے مفاد کے مقابلے میں دین کے احکام کو نظرانداز کر دینا ہی سیکولرزم ہے جو ہمارے معاشرے میں رچتا بستا جا رہا ہے۔ دینی جماعتوں کو اپنی توانائیاں یکجا کر کے ایک قوت بننے کے بعد پاکستان کے مسلمانوں میں اسلام کے لئے پیاس پیدا کرنی ہوگی جس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص پہلے خود اللہ کا بندہ بنے اور اپنی زندگی کو اللہ کی بندگی میں دے دے۔○

بقیہ: دورہ کراچی

تھا جو چلنے سے معذور تھے۔ ان میں برادرم جمیل الرحمٰن بھی تھے جو جوش و جذبہ کے تحت اعلان کرنے والے سے مائک خود لے کر تحریک کے مقاصد کو بیان کرتے۔ مجھے وہ شعر یاد آرہا تھا۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

ان کا یہ جوش و جذبہ نوجوانوں کے لئے یقیناً مہمیز کا کام دے رہا ہو گا۔

کراچی کی سڑکوں نے ہزارہا ریلیاں دیکھی ہونگی اور آج کل تو ان کا سیزن ہے مگر یہ انوکھی ریلی دیکھ انہیں بھی حیرت ہوگی۔ اللہ کے یہ بندے خاموشی کے ساتھ ہاتھوں میں کتبے اور بینرز اٹھائے دبے پاؤں چلے جا رہے ہیں۔ نہ نعرہ ہے نہ شور ہے' نہ جگنی ہے نہ دھمال ہے' نہ نغمے ہیں نہ ہو جمالو ہے' نہ زندہ باد نہ مردہ باد' نہ آوے ہی آوے نہ جاوے ہی جاوے کی آوازیں ہیں۔ سڑکوں کے اطراف کھڑے ہوئے لوگ حیرت سے یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں' ریلی کے آگے باوقار انداز میں جنرل انصاری صاحب جن کی عمر ۷۰ برس ہے' پیدل چل رہے ہیں۔ ہمارے رفقاء دونوں جانب ہینڈ بل تقسیم کر رہے ہیں جس میں خلافت کی برکات کا ذکر ہے۔ کوئی مووی نہیں بن رہی ہے' ہمیں یقین ہے کہ اللہ کے یہاں یہ مووی ضرور بن رہی ہے اور یہ کام فرشتے سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ قافلہ جب مسجد آرام باغ پہنچا تو انتظامیہ نے مزید آگے جانے کی اجازت نہ دی۔ اس ریلی کو ایمپریس مارکیٹ پہنچ کر ختم ہونا تھا مگر موقع پر موجود مجسٹریٹ صاحب نے انکار کر دیا۔ انہیں یہ پرامن ریلی گوارا نہ تھی۔ جو لوگ اس ملک میں خیر برپا کرنا چاہتے ہیں ہماری حکومت ہر طرح ان کے آڑے آتی ہے اور اس سے قبل بھی ہمارے ساتھ ایسا کر چکی ہے۔ وہ لوگ جو ان کے قوانین کو پیروں تلے روندتے گزر جاتے ہیں' ان سے انتظامیہ صرف نظر کرتی ہے۔

ریلی اسی روٹ سے واپس ہوئی اور مسجد خضراء پہنچی۔ جنرل انصاری صاحب نے ریلی سے مخاطب ہو کر کہا: "آپ لوگ اس دعوت کو بیان کرنے میں کیوں جھجکتے ہیں.....! جس کا سودا کھرا ہوتا ہے وہ روز گلیوں میں آواز لگاتا ہے جو شعبدہ باز ہے وہ ایک بار آکر چلا جاتا ہے۔ اس دعوت کو لے کر سڑکوں اور گلیوں میں پھیل جایئے۔ یہ کام اللہ کا کام ہے' اس کے رسول ﷺ کا مشن ہے۔ آپ کو اللہ نے اس کے لئے چن لیا ہے۔ اس زمین پر آپ وہ خوش نصیب ہیں جن کے نام قرعہ فال نکلا ہے....." بعد دعاء کے رفقاء اپنے اپنے مستقر پر لوٹ گئے البتہ تحریک خلافت کمیٹی کے ارکان سے کہا گیا کہ وہ فوری طور پر دفتر تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی آرام باغ پہنچیں' ان سے ناظم اعلیٰ ملنا چاہتے ہیں۔ اس نشست کے بعد ناظم اعلیٰ جنرل انصاری صاحب شام کی فلائٹ سے واپس لاہور تشریف لے گئے۔○○

روزنامہ "نوائے وقت" میں بھی اس ریلی کو جگہ ملی

مختلف ولولہ انگیز نعرے درج تھے۔ رفقاء و احباب کو حکم ہوا کہ وہ ٹی بورڈ لے کر ٹرک کے ایک طرف جمع ہوجائیں تاکہ عددی قوت کا صحیح اندازہ ہوسکے۔

اس کاروائی کے بعد موٹر سائیکل سوار حضرات کو دو رویہ قطار بنانے کے لئے ناظم لاہور نے حکم دیا اور بعد ازاں ہدایات دی گئیں کہ پیدل حضرات ٹی بورڈ لے کر موٹر سائیکل کی عقبی نشست پر بیٹھ جائیں اور ایک ایک جھنڈا بھی تحریک خلافت کا ہر موٹر سائیکل کے پیچھے باندھ لیں۔ ٹرک پر ریلی کی قیادت جناب ایم ایچ انصاری، چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب، مرزا ایوب بیگ صاحب، فیاض حکیم صاحب اور مولانا محمد اشرف وصی صاحب کر رہے تھے۔ ٹرک کے پیچھے دو رویہ موٹر سائیکلوں کی قطاریں ایک نظم کے ساتھ ٹی بورڈ پکڑے اور جھنڈے آویزاں کئے ہوئے روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے یعنی گاڑیوں میں تحریک کے معاونین کثیر تعداد میں رونق کو دوبالا کر رہے تھے۔ ساؤنڈ سسٹم انتہائی اعلیٰ تھا۔ تنظیم کی پک اپ کا سپیکر سسٹم الگ تھا جس کے ذمہ صرف جوشیلے اعلانات تھے جو کہ شیخ محمد نفیس صاحب اپنے مخصوص انداز میں کر رہے تھے۔

لارنس روڈ سے ہوکر کوئنز روڈ پہنچنے پر دفتر نوائے وقت کے سامنے پہلے پڑاؤ پر جناب فیاض حکیم صاحب کا مفصل خطاب ہوا اور لٹریچر مع معاون فارم کی جن حضرات کے ذمہ تقسیم تھی، وہ نہایت تندہی سے اپنا یہ کام کرتے رہے۔ یہاں ٹریفک کا بہت ہجوم تھا۔ چیرنگ کراس سے ہوکر واپڈا ہاؤس پھر گورنر

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

ٹی بورڈ واضح پیغام دے رہے تھے

WN, SUNDAY OCTOBER 3, 1993 **CITY/NATIONAL**

ORE: Workers of Tehrik Khilafat-i-Pakistan demonstrating outside Masjid-i-Shuhada on Shahrah Quaid-i-Azam on Saturday to Press their demand for replacement of present Parliamentary system with Nizam-i-Khilafat.—Dawn photo

روزنامہ "ڈان" میں شائع ہونے والی تصویر

ٹریفک سارجنٹ نے بھی معاونت کا فارم بھر کے دیا

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

پریس ریلیز

مذہبی جماعتوں کے رہنما اب تو اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کریں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں تنظیم اسلامی پاکستان کے ناظم اعلیٰ کا خطاب جمعہ

لاہور۔ ۸ اکتوبر۔ تنظیم اسلامی پاکستان کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا ہے کہ انتخابات کے نتائج نے پاکستان میں بسنے والی مسلمان قوم کے اصل مرض کی نشاندہی کر دی ہے یعنی یہ بات پوری طرح کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ہماری اصل ترجیح دین نہیں ہے تاہم ملکی سلامتی کے حق میں دیگر فوائد کے علاوہ اصل خیر ان سے یہ برآمد ہوا ہے کہ قوم اور اسلام کا درد رکھنے والوں پر وہ بات پوری طرح منکشف ہو گئی جس کا اظہار تنظیم اسلامی کرتی رہی لیکن دینی جماعتوں نے جسے تسلیم کرنے سے اب تک پس وپیش کیا تھا۔ وہ مسجد دارالسلام باغ جناح میں جمعے کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جو دو بڑی جماعتیں عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں ان میں اور کوئی فرق ہو یا نہ ہو' اس اعتبار سے یقیناً کوئی تفاوت نہیں کہ دونوں اپنے اپنے انداز میں یکساں سیکولر ہیں۔ ان میں سے نواز شریف صاحب کی سربراہی میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی مسلم لیگ ان چند لنگروں سے بھی آزاد ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے جو اس کی کشتی کو سیکولرزم کے رخ پر بہنے سے کسی حد تک روکتے رہے کیونکہ مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا معین الدین لکھوی دونوں الیکشن ہار گئے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالخالق نے چھ اکتوبر کے مرحلے کے امن وامان کے ساتھ گزرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور نگران حکومت کو بھی خراج تحسین پیش کیا جس نے ملک کے لئے جہاں کئی متنازعہ فیصلے کئے وہاں پاکستان کی تاریخ میں صحیح معنوں میں ایسے منصفانہ' آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کی ایک نظیر بھی قائم کر دی ہے جو جنرل یحییٰ کے منعقد کردہ انتخابات سے بھی زیادہ صاف شفاف رہے جس میں سرکاری انتظام کے تحت اگر نہیں تب بھی امیدواروں کی طرف سے دھاندلیوں کے امکانات کھلے رہ گئے تھے۔

تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ نے کہا کہ ہم جمہوری عمل کے جاری رہنے کو ملکی سلامتی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں اسلام کا نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کے قیام سے پہلے پہلے الیکشن ہی ملک کے باشندوں کے اطمینان کا باعث بن سکتے ہیں ورنہ جمہوریت اور موجودہ انداز کا انتخابی عمل ہمارا مقصود نہیں جس میں عوامی حاکمیت کا کفر پایا جاتا ہے۔ انتخابات کو گاہے گاہے دوہرانے کی ضرورت ہم اس لئے بھی محسوس کرتے ہیں کہ مارشل لاء کا امکان پیدا نہ ہو جو ہمارے ملک کے مخصوص حالات کی وجہ سے پاکستان کے لئے سم قاتل ثابت ہو گا۔

ڈاکٹر عبدالخالق نے سامعین کی توجہ اس شعور کی طرف دلائی جو ایک طویل عرصے تک عوام کی شرکت کے بغیر حکومتوں کے قائم رہنے کے بعد مختصر وقفوں سے کئی انتخابات کے منعقد ہونے کی وجہ سے ووٹروں میں بیدار ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پارلیمانی جمہوریت کو کامیابی سے چلانے کے لئے دو مضبوط سیاسی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے اور سب نے دیکھ لیا ہے کہ تازہ الیکشن میں رائے دہندگان نے اس ضرورت کو کماحقہ محسوس کیا ہے۔ انہوں نے نواز شریف صاحب کی ان کوششوں کو سراہا جن کی بدولت پاکستان میں پہلی بار مسلم لیگ کا اپنا تشخص بحال ہوا ہے۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے یاد دلایا کہ امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے بہت پہلے جناب نواز شریف سے کہا تھا کہ محاذ آرائی کی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے وہ مسلم لیگ کو منظم اور مستحکم کریں تاکہ انہیں آئی جے آئی جیسی بیساکھیوں کی ضرورت نہ رہے اور مسلم لیگ کو ملکی سیاست میں اپنی حیثیت کے مطابق کردار ادا کرنے کا موقع ملے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ آپ ماشاء اللہ تندرست وتوانا ہیں اور اللہ نے آپ کو مال ودولت کی طرف سے اتنا مستغنی کر دیا ہے کہ آپ اسے مالی منفعت کا ذریعہ بنائے بغیر بھی سیاست کر سکتے ہیں اور کوئی احمق بھی آپ پر پبلک کے چندے کھا جانے کا الزام نہیں دھرے گا۔ پھر آپ خیر سے جوان ہیں اور اس وقت کا انتظار کر سکتے ہیں جب آپ خود اپنی جماعت کے بل بوتے پر پاکستان کی حکومت کے دعویدار بننے کے مستحق ہوں گے---- لیکن افسوس کہ اس خیرخواہانہ مشورے کو غلط معنی پہنائے گئے۔

تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ نے کہا کہ ان انتخابات میں دینی جماعتوں کی کارکردگی کا جو نقشہ سامنے آیا ہے وہ ہمارے زعماء کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے دعا کی جانی چاہئے کہ اس چشم کشائی کے بعد بھی وہ حقائق کو اسی طرح دیکھنے کے قابل ہو سکیں جیسے کہ وہ واقعی سامنے آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے دو عشروں میں انہوں نے بڑی سیاسی جماعتوں کے سائے میں عوامی سیاست کی جس کے دوران انہیں اپنا قد وقامت ماپنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تاہم اب انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں' بلکہ پاکستان اسلامی فرنٹ نے تو خالص عوامی رنگ ڈھنگ اختیار کر کے بھی دیکھ لیا کہ جس کا کام اسی کو ساجھے' اور کرے تو اوچھا باجے۔ انہوں نے کہا کہ سیکولر جماعتوں کو بھرپور مینڈیٹ ملنے کے صدمے میں دینی اور مذہبی جماعتوں کے لئے خیر یہ برآمد ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے طریق کار پر نظرثانی کرنے کی ضرورت محسوس کریں۔ اس میں سے کئی جماعتیں اسلامی انقلاب کی بات تو کرتی ہیں لیکن نہ وہ یہ سمجھنے میں کامیاب ہو سکی ہیں کہ موجودہ فاسد نظام کے تحت انتخابی عمل میں حصہ لے کر وہ اس میں کوئی انقلابی تبدیلی نہیں لا سکتیں اور نہ انہوں نے سنجیدگی سے کبھی اس بات پر سوچا ہے کہ اسلام کے حق میں انقلابی تبدیلیاں لانے کا وہ لائحہ عمل کیا ہے جس کی طرف سنت نبوی سے رہنمائی ملتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ ہم دینی سیاسی جماعتوں کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے زخموں پر

(باقی صفحہ ۱۸ پر)